ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء
ہدیہ چار آنے
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے موت سے محبت نہیں ہے۔ کیا علاج کروں، حضورؐ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے، انہوں نے عرض کیا کہ ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو آگے چلتا کرو۔ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے۔ جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو خود بھی اس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے۔ اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اس کے پاس رہنے کو دل چاہتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب دو تہائی رات گذر جاتی تو حضورؐ فرماتے، لوگو! اللہ کو یاد کر لو۔ اللہ کو یاد کر لو۔! عنقریب قیامت کا زلزلہ پھر صور پھونکنے کا وقت آ رہا ہے اور (ہر شخص کی) موت اپنی ساری سختیوں سمیت آ رہی ہے (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت کا اور قیامت کا اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو اور ہمارے زمانے کے اکثر لوگ یہ وقت یا تو سینما بینی میں، راگ گانوں میں، فضول لہو و لعب گپوں میں، شراب خوری اور رنڈیوں کے چکلے میں گزارتے ہیں، جیسا کہ موت کا کچھ فکر ہی نہیں۔

ابراہیم تیمی رحؒ کہتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی ہر لذت کو منقطع کر دیا ایک موت نے، دوسرے قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا ہونے کے فکر نے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں، کہ جو شخص موت کو پہچان لے اس پر دنیا کی ساری مصیبتیں آسان ہیں۔

اشعث رحؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جب بھی حاضر ہوتے جہنم اور آخرت کا ذکر ہوتا۔

ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کی۔

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو، دل نرم ہو جائے گا، انہوں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ کے پاس آئیں اور اُن کا شکریہ ادا کیا۔ (احیاء)

امام غزالی رحؒ فرماتے ہیں کہ موت کا معاملہ نہایت خطرناک ہے اور لوگ اس سے بہت غافل ہیں، اول تو اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے، اور اگر کرتے بھی ہیں، تب بھی چونکہ دل دوسری طرف مشغول ہوتا ہے، اس لئے محض زبانی تذکرہ مفید نہیں ہے بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کرکے اس کو اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے کہ کیونکر اُن کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے داب دیا۔ ان کی صورتوں کا، اُن کے اعلیٰ منصوبوں کا خیال کرے اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح اُن کی اچھی صورتوں کو پلٹ دیا ہوگا، اُن کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے الگ ہو گئے ہوں گے۔

کس طرح بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ، اور عزیز و اقارب کو روتا چھوڑ کر چل دیئے۔ اُن کے سامان، اُن کے مال، اُن کے کپڑے پڑے رہ گئے۔ یہی حشر ایک دن میرا بھی ہوگا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے۔ آج خاموش پڑے ہیں۔ کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے۔ آج مٹی میں ملے پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بھلا رکھا تھا، اس کے شکار ہو گئے۔ کس طرح جوانی کے نشے میں تھے آج کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے۔ کیسے دنیا کے، دھندوں میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، آج ہاتھ الگ پڑا ہے۔ پاؤں الگ پڑے ہیں۔ زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے، کیسا کھِل کھِلا کر ہنستے تھے۔ آج دانت گرے پڑے ہونگے کیسی کیسی تدبیریں سوچتے، حالانکہ موت سر پر تھی۔ مرنے کا دن قریب تھا، مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہوں گا۔ یہی حال میرا ہے، آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں۔ کل کی خبر نہیں کیا ہوگا (احیاء)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں،

آسمانوں پر جو فرشتے مختلف کاموں پر متعین ہیں، اُن کو سال بھر کے احکامات ایک رات میں مل جاتے ہیں، کہ اس سال فلاں فلاں کام کرنے ہیں، اور فلاں فلاں شخص کے متعلق یہ عمل درآمد ہوگا۔ اس میں روایات مختلف ہیں کہ یہ احکام لیلۃ القدر میں ملتے ہیں، یا شب برأت میں۔ جونسی بھی رات ہو۔، کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اس رات میں ان سب کی فہرست فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہے۔ جو اس سال میں مرنے والے ہیں۔ دنیا میں آدمی نہایت غفلت سے اپنے لہو و لعب میں مشغول ہوتا ہے اور آسمانوں پر اس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا ہے۔ اس کی موت کا حکم صادر ہو چکا ہے جس میں نہ کسی کی سفارش کی گنجائش ہے نہ اس حکم کا اپیل ہے، نہ جو وقت اس کی موت کا تجویز ہوا ہے اس میں ایک منٹ کی تاخیر ہو سکتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سورہ دخان کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے ان سب چیزوں کو نقل کیا جاتا ہے، جو اس سال میں ہونے والی ہیں، کہ اتنا اتنا رزق دیا جائے گا۔ فلاں فلاں مریگا۔ فلاں فلاں پیدا ہوگا۔ اتنی بارش ہوگی حتیٰ کہ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شخص حج کو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ تو آدمی کو دیکھیگا کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے لیکن اُس سال اس کا نام مردوں میں لکھا جا چکا ہے۔

ابو نضرہؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں سال بھر کے سارے کام (فرشتوں پر) منقسم کر دیئے جاتے ہیں۔ تمام سال کی بھلائی بُرائی، روزی اور موت، تکلیفیں اور نرخوں کی ارزانی اور گرانی تمام سال کی دے دیجاتی ہے۔!

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ شبِ برأت میں سال بھر کے احکام طے کرکے حوالہ کر دیئے جاتے ہیں، اس سال کے مردوں کی فہرست اور حج کرنے والوں کی فہرست (باقی صفحہ ۱۸ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

| جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء | نمبر ۲۲ شمارہ ۵ |

مخرب الاخلاق لٹریچر

حکومت مغربی پاکستان نے صوبہ کے پبلشروں سے اپیل کی ہے کہ وہ صوبہ میں مخرب الاخلاق فحش اور عریاں لٹریچر کی روک تھام میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ کیونکہ حکومت اپنے تمام وسائل اور مساعی کے باوجود جب تک اسے پبلشروں کا تعاون حاصل نہ ہو اس برائی کا مکمل استیصال نہیں کر سکتی۔

اس حقیقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ فحش اور عریاں لٹریچر کی وجہ سے قوم کے ہر طبقہ خصوصاً طلباء اور طالبات کے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔ نہ ہی اس حقیقت سے انکار ہو سکتا ہے۔ کہ آج کے نوجوان بچے اور بچیوں کے ساتھ قوم کی آئندہ ترقی کی امیدیں وابستہ ہیں اس لئے ان کے کردار کی نگہداشت اور ان کی دینی اور دنیوی لحاظ سے تربیت ہمارا اہم ترین فرض ہے۔ اس فرض کی ادائیگی میں حکومت اور عوام کو عموماً اور پبلشروں کو خصوصاً اپنا پارٹ دیانتداری سے ادا کرنا چاہیئے۔ ہم حکومت کی جاری کردہ اپیل کی پر زور تائید کرتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا اپنا تعلق ہے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے بالواسطہ یا بلا واسطہ اخلاق سے گری ہوئی کسی کتاب کی نہ اشاعت کی ہے اور نہ ہی اس کا اشتہار دیا ہے۔ اس کے برعکس ہم نے اپنی چند سالہ زندگی میں قوم کا اخلاق بلند کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اللہ تعالٰی نے ہماری اس کوشش کو سرفراز فرمایا اور قوم کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

مخرب الاخلاق لٹریچر کی طباعت اور اشاعت کی روک تھام کے سلسلہ میں ہم حکومت اور پبلشروں کی خدمت میں چند گذارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ دونوں ٹھنڈے دل سے ہماری ان گذارشات پر غور کریں گے۔

حکومت نے کچھ عرصہ پیشتر فحش اور عریاں لٹریچر کی روک تھام کی جو مہم شروع کی تھی۔ اگرچہ وہ محض وقتی تھی اسے کسی طرح بھی ہمہ گیر نہیں کہا جا سکتا۔ وہ صرف چند علاقوں اور پبلشروں تک محدود تھی۔ تاہم اس کا نہایت خوشگوار اثر ہوا تھا۔ کچھ عرصہ کے لئے فحش اور عریاں لٹریچر بازار سے غائب ہو گیا تھا اور قوم و ملک کے ہر بہی خواہ کو اس مہم کی کامیابی پر خوشی ہوئی تھی۔ لیکن چند روز کے بعد پھر وہی حالت ہو گئی اور از سر نو فحش اور عریاں لٹریچر کھلے بندوں فروخت ہونے لگا۔ ہماری رائے میں حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس قسم کے لٹریچر کے خلاف وقتی مہم چلانے کی بجائے مستقل کارروائی کرنے کا انتظام کرے۔ اگر ضرورت ہو تو پولیس کا زائد عملہ بھرتی کر لیا جائے۔ جو کام مستقل طور پر کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو اس کا اثر دیرپا ہوتا ہے۔

ہم حکومت سے یہ بھی عرض کرینگے کہ مخرب الاخلاق لٹریچر کی جڑ ہمارے ملک کے سینما گھر اور فلمی رسائل و جرائد ہیں۔ سینما گھروں کی دیواروں اور نوٹس بورڈوں بلکہ شہر کے کونے کونے پر نیم عریاں پوسٹر اور قابل اعتراض تصاویر نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کی اخلاقی تباہی کا موجب بنتی ہیں۔ فلمی گانے جو پمفلٹ کی صورت میں شائع ہو کر سر بازار بک رہے ہیں۔ وہ بھی ہماری گراوٹ کا سبب بن رہے ہیں آئندہ ہمہ گیر مہم میں ان سب کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ برائی کا صرف ایک دروازہ بند کر دینے اور کئی دروازے کھلے رکھنے سے وہ برائی ہرگز بند نہ ہو سکے گی۔

فحش اور عریاں لٹریچر چونکہ سوسائٹی کے ہر طبقہ کے لئے مضر ہے۔ اس لئے اس کے متعلق حکومت کا پبلشروں کے نام اپیل جاری کرنا تعجب خیز معلوم ہوتا ہے۔ ہماری رائے میں پبلشروں کو از خود اس کی طباعت اور اشاعت کی روک تھام کی تدابیر اختیار کرنی چاہیئے تھیں۔ اب جبکہ حکومت نے ان سے اپیل کر کے ان کو ان کے فرض کا احساس دلایا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ وہ حکومت سے دلی تعاون کریں۔ ان کے اپنے لڑکے اور لڑکیاں بھی اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہوں گے۔ ان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ فحش اور عریاں لٹریچر کی طباعت اور اشاعت کر کے کہیں وہ اپنے بچوں کو تو زہر نہیں کھلا رہے

آخر میں ہم ایک بار پھر حکومت کی جاری کردہ اپیل کی تائید کرتے ہیں اللہ تعالٰی حکومت۔ عوام اور پبلشروں سب کو مخرب الاخلاق لٹریچر کی روک تھام کے لئے اپنی استعداد کے مطابق کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر

حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی بغرض عمرہ ۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء کی رات کو لاہور سے کراچی چلے گئے ہیں۔ وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز ۵ اکتوبر کو روانہ ہوں گے۔ اس لئے ان کی واپسی تک آئندہ اس عنوان کے ماتحت انکی تقریر ہدیہ قارئین نہ ہو سکے گی۔ تقریر کی جگہ حضرت اقدس نے امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات منتخب فرما کر دے دیئے ہیں۔ آئندہ انشاءاللہ حضرت کی واپسی تک مکتوبات کا انتخاب ہی شائع ہوتا رہے گا۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء کی مجلس ذکر میں حضرت مولانا نے جو تقریر فرمائی تھی وہ اس شمارہ میں شائع کی جا رہی ہے۔ حضرت کی واپسی کے متعلق اطلاع آنے پر بعد میں اعلان شائع کیا جائے گا۔

وی پی کی ترسیل

یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء سے حکومت نے وی پی اور رجسٹری کی شرح چار آنے سے بڑھا کر چھ آنے کر دی ہے۔ اس کے علاوہ بعض احباب پہلے وی پی کے لئے خط لکھ دیتے ہیں۔ لیکن جب وی پی ان کی خدمت میں پہنچتا ہے تو واپس کر دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے واپس آنے والے وی پی پیکٹوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اس سے ادارہ کو بلا وجہ مالی نقصان برداشت

باقی بر صفحہ ۱۸

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

سجدۂ تلاوت سننے والا بھی سجدہ کرے

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ السجدة و نحن عندہ فیسجد و نسجد معہ فنزدحم حتی ما یجد احدنا بجبھتہ موضعا یسجد علیہ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ پڑھتے۔ ہم آپ کے پاس موجود ہوتے۔ آپ بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے اور اتنا اژدحام ہو جاتا کہ ہم میں سے بعض سجدہ کرنے کو جگہ نہ پا سکتے تھے۔

سجدہ تلاوت

عن ابن عمر انہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ علینا القرآن فاذا مر بالسجدة کبر و سجد و سجدنا معہ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے قرآن پڑھا کرتے اور جس وقت سجدہ کی آیت آتی اور آپ سجدہ کرتے تو ہم آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔

سجدہ تلاوت میں کیا پڑھے

عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی سجود القرآن باللیل سجد وجھی للذی خلقہ وشق سمعہ و بصرہ بحولہ و قوتہ رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی و قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن کے سجدوں میں رات کو یہ کہا کرتے تھے سجدہ وجھی للذی خلقہ وشق سمعہ و بصرہ بحولہ وقوتہ۔ یعنی میرے منہ نے اس ذات کو سجدہ کیا۔ جس نے اس کو پیدا کیا۔ کان بنائے اور آنکھیں عطا کیں اپنی قوت اور قدرت سے

سجدہ تلاوت کی دعا کا بیان

عن ابن عباس قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ رأیتنی اللیلة و انا نائم کانی اصلی خلف شجرة فسجدت فسجدت الشجرة لسجودی فسمعتھا تقول اللھم اکتب لی بھا عندک اجرا وضع عنی بھا وزرا واجعلھا لی عندک ذخرا و تقبلھا منی کما تقبلتھا من عبدک داؤد قال ابن عباس فقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدة ثم سجد فسمعتہ وھو یقول مثل ما اخبرہ الرجل عن قول الشجرة رواہ الترمذی و ابن ماجة الا انہ لم یذکر وتقبلھا منی کما تقبلتھا من عبدک داؤد و قال الترمذی ھذا حدیث غریب

ترجمہ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں میں نے تلاوت قرآن کا سجدہ کیا۔ اور درخت نے بھی (میرے ساتھ) سجدہ کیا۔ پھر میں نے اس درخت کو یہ کہتے سنا اللھم اکتب لی بھا عندک اجرا وضع عنی بھا وزرا واجعلھا لی عندک ذخرا وتقبلھا منی کما تقبلتھا من عبدک داؤد۔ یعنی اے اللہ اس سجدے کے سبب میرے لئے ثواب کو لکھ اور دور کر گناہ اور مقرر کر اپنے پاس میرا ذخیرہ اور قبول کر میرے سجدہ کو جس طرح قبول کیا تو نے اپنے بندے داؤد کے سجدے کو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ (یہ سنکر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی ایک آیت پڑھی اور پھر سجدہ کیا۔ پھر میں نے سنا کہ آپ کہتے تھے اسی طرح جس طرح بیان کیا تھا اس شخص نے درخت کا واقعہ یعنی آپ نے بھی وہی دعا پڑھی۔

عصر کے بعد کوئی نماز نہیں

عن ابی بصرة الغفاری قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمخمص صلاة العصر فقال ان ھذہ صلاة عرضت علی من کان قبلکم فضیعوھا فمن حافظ علیھا کان لہ اجرہ مرتین ولا صلاة بعدھا حتی یطلع الشاھد والشاھد النجم (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوبصرہ غفاریؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مقام مخمص میں عصر کی نماز پڑھائی۔ اور پھر فرمایا کہ یہ وہ نماز ہے جو پیش کی گئی تھی (یعنی لازم کی گئی تھی) تم سے پہلی قوموں پر۔ لیکن ضائع کر دیا انہوں نے اس کو پس جو شخص حفاظت کرے گا اس نماز کی اس کو دوگنا ثواب ملے گا اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں۔ جب تک شاہد طلوع نہ ہو۔ اور شاہد ستارہ ہے۔

جماعت کی فضیلت

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع و عشرین درجة (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کی نماز زیادہ ہوتی ہے ثواب میں تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ

خطرناک اوقات میں گھر پر نماز پڑھنے کا حکم

عن ابن عمر انہ اذن بالصلاة فی لیلة ذات برد وریح ثم قال الا صلوا فی الرحال ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر المؤذن اذا کانت لیلة ذات برد و مطر یقول الا صلوا فی الرحال (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک نہایت سرد رات میں نماز کی اذان دی۔ ہوا بھی سرد چل رہی تھی۔ پھر اذان دینے کے بعد لوگوں سے کہا خبردار۔ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جبکہ سخت سردی اور بارش ہوتی تھی۔ مؤذن کو یہ حکم دے دیتے تھے کہ وہ اذان میں یہ بھی کہہ دے کہ آگاہ رہو اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔

مجلس ذکر، منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۷ر ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ امابعد

عرض یہ ہے کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ میں ہر جمعرات کو حلقہ ذکر کے بعد اصلاح حال کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ

جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اپنے باطن کی تربیت کراتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بصیرت باطنی کی برکت سے گناہوں سے بچتے ہیں۔ باقی صلحائے اُمت جو تربیت نہیں کراتے۔ وہ عقیدتاً گناہوں سے بچتے ہیں

بصیرت اور عقیدت میں فرق کیا ہے؟

ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے آپ دونوں میں فرق سمجھ جائیں گے۔ ماں ہنڈیا میں سالن پکا کر اس کو پلیٹ میں پلٹ دیتی ہے۔ اس کا ایک بچہ دو اڑھائی سال کا ہے اور دوسرا چودہ پندرہ سال کا ہے۔ چودہ پندرہ سال کا بچہ سمجھتا ہے کہ سالن گرم ہے اگر اس میں میں نے ہاتھ ڈالا۔ تو ہاتھ جل جائے گا۔ دو اڑھائی سال کا بچہ نہیں سمجھتا کہ سالن میں ہاتھ ڈالا تو جل جائے گا۔ اس لئے اس کو ماں ڈانٹتی ہے خبردار۔ سالن میں ہاتھ ڈالا تو ماروں گی۔ وہ مار کے ڈر سے ہاتھ نہیں ڈالتا۔ دونوں میں فرق ہے یا نہیں۔ بڑا بصیرتاً اور چھوٹا عقیدتاً (ماں کی مار کے ڈر سے) سالن میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔

اہل اللہ کا سلسلہ

جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کراتے ہیں۔ وہ جب پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل اللہ ان کو مجاز بنا دیتے ہیں۔ مجاز بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ دوسروں کی اصلاح باطن کرنے کے قابل بن گئے ہیں۔ اہل اللہ کا یہ سلسلہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا ہے۔ کوئی آ رہا ہے۔ کوئی جا رہا ہے۔ رسول اللہؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ الآیہ (سورۃ الجمعہ ع ۱۔ پ ۲۸) ترجمہ۔ اور وہ (پیغمبرؐ) ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب کی تعلیم دیتا ہے)۔ تعلیم کتاب اور چیز ہے تزکیہ نفس اور چیز ہے۔ علمائے کرام تعلیم کتاب کا فرض ادا کرتے ہیں اور صوفیائے عظام تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ بعض اللہ کے بندے جامع بھی ہوتے ہیں۔

اللہ ھُو

کے پاک نام کی بیشمار برکتیں ہیں جن کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ ان میں سے ایک برکت یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بصیرتاً بچتا ہے۔ اِدھر گناہ کیا۔ اُدھر مار پڑی۔ اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے دل میں ایک چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ ادھر گناہ کیا ادھر وہ چراغ بجھ گیا۔ اس کے بعد انسان گناہ سے بصیرتاً بچتا ہے۔ مثلاً کسی اجنبی عورت کے چہرہ پر نگاہ بد ڈالی اور اندر کا نور بجھ گیا اس نور کی لذّت سلب ہو جانے سے جو تکلیف ہوتی ہے۔ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ آئندہ کبھی اجنبی عورت کی طرف مرتے دم تک نظر اُٹھا کر نہ دیکھے گا۔ یہ ہے بصیرت

بصیرت کے معنی

ہیں دل کے اندر ایک نور کا پیدا ہونا۔ اس نور کی برکت سے حق و باطل۔ خیر و شر مفید و مضر۔ حلال و حرام میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں مدّت مدیدہ تک رہ کر اپنی تربیت کرانے سے یہ بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان خود صاحب بصیرت ہو۔ یا کسی صاحب بصیرت کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے جو کام کرے اس کے مشورہ سے کرے۔ اگر نہ خود صاحب بصیرت ہو اور نہ کسی صاحب بصیرت کے ہاتھ میں ہاتھ ہو تو اس زندگی میں اس کا ٹھوکروں سے بچنا مشکل ہے۔ جس طرح انسان یا خود بینا ہو اور اگر اندھا ہے تو کسی بینا کے ہاتھ میں اپنی لاٹھی دیدے۔ اگر نہ خود بینا ہو اور نہ بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دے تو ایسے شخص کا کنوئیں یا گڑھے میں گرنے سے بچنا محال ہے۔ بینا کنوئیں کو دیکھتا ہے اور اندھا نہیں دیکھتا۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گُناہ است

(اگر میں دیکھوں کہ اندھا جا رہا ہے۔ اور آگے کنُواں ہے۔ اگر میں چپ رہوں اور اس اندھے کو مطلع نہ کروں تو میں گنہگار ہوں)

صاحب بصیرت

اپنے آپ کو پہچانتا ہے کہ میرا تعلق باللہ درست ہے یا نہیں۔ وہ اپنی مملوکہ اشیاء کو بھی پہچانتا ہے کہ حلال ہیں یا حرام اور اپنے دوست احباب کو بھی پہچانتا ہے کہ مخلص ہیں یا منافق۔ اگر صاحب بصیرت نہ ہو تو وہ نہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ نہ اپنی مملوکہ اشیاء اور نہ اپنے دوست و احباب کو پہچانتا ہے۔

مسلمانوں کی

اکثریت کو نہ ان باتوں کا علم ہے نہ ان کا علم رکھنے والوں کی صحبت نصیب ہے اس لئے وہ حلال کے ساتھ حرام بھی کھا جاتے ہیں۔ حرام کھانے کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت کو نہ اعمال صالحہ کی توفیق نصیب ہے اور نہ بُرائی سے بچتے ہیں۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ مسلمان جتنا بد دیانت ہے ہندو اتنا بد دیانت نہیں تھا۔

اصلاحِ حال

نہ ہو تو عوام اور تعلیم جدید کے تعلیم یافتہ کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ علمائے کرام کو بھی نور بصیرت حاصل نہیں ہوتا۔ مجھے جب منتظمین حضرات دستار بندی کے موقعہ پر بلاتے ہیں تو میں علمائے کرام سے کہا کرتا ہوں کہ آپ عالم تو بن گئے۔ لیکن جب تک کسی کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہ کر اپنی تربیت نہیں کرائیں گے۔ اس وقت تک آپ کا باطن بھی نور بصیرت سے خالی ہوگا۔ اہل اللہ کی صحبت میں بکثرت آنے جانے سے باطن کی بینائی حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ عقیدت۔ ادب۔ اور اطاعت کی تین تاروں سے ان کے قلب سے کنکشن رکھے۔

ے صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

غیر تربیت یافتہ

مسلمان ہر نیکی عقیدت سے کرتا ہے اور ہر برائی سے عقیدتاً بچتا ہے۔ مثلاً اس نے علمائے کرام سے سُن رکھا ہے کہ اگر نماز نہ پڑھی تو اللہ میاں دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس لئے وہ نماز پڑھتا ہے۔ اسی طرح زنا سے اس لئے بچتا ہے کہ زانی جہنم میں جائیگا اسی طرح تربیت یافتہ ہر نیکی بصیرت سے کرتا ہے اور ہر برائی سے بصیرتاً بچتا ہے مثلاً قصائی کی دوکان سے گوشت لائے۔ گوشت کھانے سے نورِ فطرت بجھ گیا۔ آئندہ اس قصائی کی دوکان سے کبھی گوشت نہ لائینگے عقیدت تو ہر کہ و مہ کو ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بصیرت سے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین

انسان کے ہر عمل کا اثر

اسکے دل پر پڑتا ہے۔ انسان عمل باہر کرتا ہے اور اس کا عکس اندر پڑتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے ہر عمل کے چار درجے ہیں
۱۔ انبعاث من النفس۔ دل ... سی کام کے کرنے کا ارادہ پیدا ہونا یہ پہلا درجہ ہے۔ اس کے بعد انسان عمل کرتا ہے۔ ۲۔ عود الی النفس۔ عمل کرنے کے بعد جو اثر اس کے دل پر لوٹ کر آتا ہے۔ اس کو شاہ صاحبؒ عود الی النفس کے نام سے تعبیر فرماتے ہیں۔ ۳۔ تشبث بذیل النفس۔ وہ اثر انسان کے دل پر آ کر پڑتا ہے۔ ۴۔ احصاء علی النفس دل پر عمل کا اثر محفوظ رہتا ہے۔

کامل کی رضاء

میں اپنی ہستی فنا کر دے تو طالب کو فائدہ ہوتا ہے۔ وہ چلائیں تو چلے۔ وہ بٹھائیں تو بیٹھے۔ وہ کھڑا رکھیں تو کھڑا رہے

ے سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

کامل سے اس طرح تعلق رکھنے سے کامل کا دل راضی ہوگا۔ یا نہیں۔ یقیناً راضی ہوگا۔ اسی لئے میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے کامل کے قلب سے کنکشن ہو تو فائدہ ہوتا ہے۔

میرے دو مربّی

ہیں۔ میرے دادا پیرؒ ایک تھے۔ لیکن میرے مربی دو ہیں! حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ جو شجرہ میں دائیں طرف ہیں۔ ۲۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں۔ دونوں میرے کاسۂ گدائی میں کچھ نہ کچھ ڈال دیا کرتے تھے۔ حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ سال تک۔ میں نے کبھی کسی شخص کے کہنے پر اپنا پروگرام نہیں بدلا لیکن حضرت امروٹیؒ جب فرماتے۔ بیٹا! آج تو میرے لئے رہ جاؤ۔ تو میں خوشی سے اپنا پروگرام بدل دیتا۔ حضرت دین پوریؒ سے میں نے خود کبھی اجازت نہیں مانگی۔ ایک وکیل کی معرفت اجازت مانگا کرتا تھا۔ وہ جب ٹھہرانا چاہتے تو ہوں ہوں فرما دیتے اور میرا سارا پروگرام بدل جاتا۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ حضرت امروٹیؒ ایک جلسہ کے سلسلہ میں ایک جگہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہ جس کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن وہاں اکیلے چارپائی کے پاس تشریف فرما تھے میں پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اصل میں میں نے عرض تو کچھ اور کرنا تھا۔ لیکن میں نے تمہید اس طرح اٹھائی کہ حضرت! میرا دل چاہتا ہے کہ میرا جنازہ ہو اور آپ کے ہاتھ ہوں (مجھے یقین تھا کہ اگر میں انکی زندگی میں دنیا سے رخصت ہو جاتا تو وہ اللہ تعالےٰ سے میری مغفرت کروا کر قبر میں دفن کرواتے) حضرتؒ نے مجھے بغلگیر کر کے فرمایا نہیں بیٹا! میرا جنازہ ہو اور تیرے ہاتھ ہوں۔ یعنی باپ کب چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میں اس کا جوان بیٹا فوت ہو جائے حضرتؒ سے مجھے عشق تھا اور ان کو مجھ سے محبت تھی۔ حالانکہ وہ سندھی۔ میں پنجابی۔ وہ سید۔ میں اُمتی۔ یہ ادب کا صلہ تھا ے

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

حرمین شریفین

میں کل حرمین شریفین جا رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں دنیوی اعتبار سے کوئی کام نہیں کر رہا۔ اس مسجد میں ۴۴ سال سے قرآن مجید سنا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جہاں سے چاہتے ہیں رزق دلا دیتے ہیں مجھے حرمین شریفین میں حاضری دینے کا شوق ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ وہ کوئی نہ کوئی سامان بنا دیتے ہیں ے

خدا خود میر سامان است ارباب توکّل را

بفضلِ خدا اس سال میں نویں مرتبہ جا رہا ہوں۔ ہندو بے ایمان جب مزدور کو شام کو مزدوری اس لئے دیتا تھا کہ یہ تازہ دم ہو کر کل پھر مزدوری کے لئے آئے گا۔ تو کیا اللہ تعالےٰ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کو رزق نہ دے گا۔ ضرور دیتا ہے۔ بلکہ دنیا دار سے زیادہ دیتا ہے ے

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

کتنے دنیا دار ہیں۔ جن کے پاس لاکھوں روپیہ بنک میں موجود ہیں۔ لیکن ان کو فرض حج کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔

بے ادبی

جنہوں نے شیخ کامل کی بے ادبی کی۔ انہوں نے کبھی کچھ نہیں پایا۔ انانیت بھی باقی رہے اور فیض بھی آئے ے

ایں خیال است و محال است و جنوں

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ والوں کا ادب کرنے اور بے ادبی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْد

اللہ تعالیٰ کی مغفرۃ (بخشش) کے مختلف پہلوؤں پر

اللہ تعالیٰ کے اعلانات

پہلا اعلان

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی گناہ بخش نہیں سکتا

(وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ہ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ہ) سورہ آل عمران ع ۱۴ پ ۴ ـ ترجمہ ـ اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں ـ یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا ہے ـ اور اپنے کئے پر وہ اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں یہ لوگ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں سے بخشش ہے اور باغ ہیں ـ جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی مزدوری ہے ـ

دوسرا اعلان

اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں بخشیگا

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْھًا فَنَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَآ اَوْ نَلْعَنَھُمْ کَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ہ) سورۃ النساء ع ۷ پ ۵ ـ ترجمہ ـ اے کتاب والو (یہودیو) اس پر ایمان لے آؤ ـ جو ہم نے نازل کیا ہے ـ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم بہت سے چہروں کو مٹا ڈالیں ـ پھر انہیں پیٹھ کی طرف الٹ دیں ـ یا ان پر لعنت کریں ـ جس طرح ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی تھی ـ اور اللہ کا حکم تو نافذ ہو کر ہی رہتا ہے بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا ـ جو اس کا شریک کرے اور شرک کے ما سوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ـ اس نے بڑا ہی گناہ کیا ـ

حاصل

اس اعلان خداوندی کا حاصل یہ نکلا ـ کہ اللہ تعالےٰ شرک کا گناہ ہرگز نہیں بخشے گا ـ اور شرک کے سوا جو گناہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا یہ بہت بڑا افترا ہے ـ "یعنی اس سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں ہو سکتا" ـ

ایک خطرناک غلطی

اکثر آدمی ایک نہایت ہی خطرناک غلطی کرتے ہیں اور وہ اس غلطی کو نہیں سمجھتے بلکہ ثواب خیال کرتے ہیں ـ وہ یہ کہ قرآن کی روشنی میں وہ چیزیں صریح شرک ہیں ـ مگر اکثر مسلمان ان چیزوں کو شرک نہیں سمجھتے برادران اسلام یاد رکھئے اللہ تعالےٰ نے اپنے قانون کے مطابق قیامت کے دن انسانوں کے اعمال کو دیکھنا ہے ـ نہ ہمارے خیال کے نقطۂ نگاہ سے ـ بالفرض اگر قاتل عدالت میں پیش ہوتے وقت عدالت میں یہ عذر پیش کرے کہ حضور مجھے اس کا علم نہیں تھا ـ کہ آپ کے قانون میں قتل کی سزا پھانسی ہے اگر یہ علم ہوتا تو میں کبھی بھی مقتول کو قتل نہ کرتا ـ کیا عدالت اس قاتل کی بے علمی کے عذر کو سن کر اس کو معاف کر دے گی ـ ہرگز نہیں ـ عدالت اس قاتل کے جواب میں یہ کہے گی کہ حکومت کے قانون سے عدم واقفیت تمہارا قصور ہے ـ اس لئے تمہیں انصاف کے قانون کے لحاظ سے پھانسی دینا ضروری ہے ـ لہٰذا قانون سے ناواقفیت اس مجرم کے بری ہو جانے کا باعث نہیں بنیگی اور اسے ضرور پھانسی دے دی جائے گی ـ شاہنشاہ حقیقی عز اسمہٗ و جل مجدہٗ کے قانون کا بھی یہی حال ہے کہ جو اس کی مخالفت کرے گا ـ وہ سزا پائے گا ـ

شرک کی چند مثالیں

پہلی

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ میرے سوا اور کوئی بھی اولاد نہیں دے سکتا ـ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اولاد مانگے گا تو شرک کا مرتکب ہوگا اور مشرک کہلائے گا ـ

دوسری

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ رزق کی تنگی اور کشادگی فقط اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے ـ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رزق کی تنگی یا کشادگی کرنے والا خیال کرے گا وہ مشرک کہلائیگا ـ

تیسری

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ عزت دینا یا ذلیل کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ـ لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عزت دینے یا ذلیل کرنے والا خیال کرے گا تو وہ قرآن مجید کی اصطلاح میں مشرک کہلائے گا ـ

چوتھی

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ زندہ کرنا اور مارنا اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے ـ لہٰذا اگر کوئی شخص زندہ کرنے یا مارنے کا عقیدہ کسی اور کے ساتھ رکھے گا ـ تو وہ قرآن مجید کی اصطلاح میں مشرک ہو جائے گا ـ

تیسرا اعلان

اللہ تعالےٰ جس کو چاہے بخش دیتا ہے

(لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝) سورۃ البقرہ رکوع ۴۰ - پ۳ -

ترجمہ - جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے - اللہ ہی کا ہے - اور اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کروگے یا چھپاؤ گے اللہ تم سے اس کا حساب لے گا - پھر جس کو چاہے بخشے گا - اور جسے چاہے عذاب کرے گا - اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے -

حاصل

جس عنوان کے ثابت کرنے کے لئے میں نے یہ آیت پیش کی ہے - وہ تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ حساب و کتاب لینے کے بعد بخش دینا یا سزا دینا فقط ایک اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے - لہذا یہ اختیار کسی اور کے قبضہ میں خیال کرنا شرک ہوگا -

چوتھا اعلان

اللہ تعالیٰ چاہے تو سب گناہ معاف فرما دے

(قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝) سورۃ الزمر ع ۶ پ ۲۴ -

ترجمہ - کہدو - اے میرے بندو - جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے - اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو - بیشک اللہ سب گناہ بخش دے گا - بیشک وہ بخشنے والا رحم والا ہے -

حاصل

جس عنوان پر میں نے یہ آیت پیش کی ہے - وہ بالکل صاف طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ چاہے تو سب گناہ معاف فرما دے - اللھم اجعلنا منھم آمین یا الہ العالمین

پانچواں اعلان

اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو نہیں بخشتا

(اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ) سورۃ النساء ع ۲۰ - پ۵ ترجمہ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے - پھر کفر کیا - پھر ایمان لائے پھر کفر کیا - پھر کفر میں بڑھتے رہے تو اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشیگا - اور نہ انہیں راہ دکھائیگا -

حاصل

یہ ہے کہ جن لوگوں نے ایمان کو ایک کھلونا اور ایک مذاق بنا رکھا ہے - جب چاہا تو ایمان کے دائرہ میں آ گئے - اور جب چاہا تو دائرہ اسلام سے نکل گئے - ان ایمان پر مذاق کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ نہیں بخشیگا اور یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے کیا ہے - نہ تو ان کو بخشیگا اور نہ ان کی راہ نمائی فرمائے گا - راہ نمائی تو اس کی فرمائے جو راہ نمائی کا خواہاں ہو - جب وہ خود طالب نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو مجبور کرکے جنت میں پہنچائے -

چھٹا اعلان

بعض بدنصیبوں کے متعلق اعلان ہے کہ انہیں اللہ تعالےٰ ہرگز نہیں بخشے گا -

(وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝) سورۃ التوبہ ع ۱۰ پ ۱۰ -

ترجمہ اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور خیرات کیا کرینگے اور نیکوں میں سے ہو جائینگے - پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ موڑ کر پھر بیٹھے تو نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن تک کہ اللہ سے ملیں گے - اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا - اس لئے کہ انہوں نے جو اللہ سے وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور اس لئے کہ جھوٹ بولا کرتے تھے - کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کا بھید اور ان کا مشورہ جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے - وہ لوگ جو ان مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی محنت کے سوا طاقت نہیں رکھتے - پھر ان پر ٹھٹھا کرتے ہیں - اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے - اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے - تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشیگا یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا -

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیات پر جو حواشی تحریر فرمائے ہیں - وہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں - تاکہ ان آیات کے متعلقہ مضامین پر مزید بصیرت حاصل ہو - فرماتے ہیں "ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولتمند ہونے کی دعا فرما دیجئے - آپ نے فرمایا کہ ثعلبہ تھوڑی چیز جس پر خدا کا شکر ادا کرے - اس بہت چیز سے اچھی ہے - جس کے حقوق ادا نہ کر سکے - اس نے پھر وہی درخواست کی آپؐ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے - آپؐ کے انکار پر اس کا اصرار بڑھتا رہا - اس نے وعدہ کیا کہ اگر خدا مجھ کو مال دے گا میں پوری طرح حقوق ادا کروں گا - آخر حضورؐ نے دعا فرمائی اس کی بکریوں میں اس قدر برکت ہوئی کہ مدینے سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی - اور اتنا پھیلاوا ہوا کہ ان میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعات بھی ترک کرنے لگا - کچھ دنوں بعد حضورؐ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے محصّل پہنچے تو کہنے لگا - زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے - دو ایک دفعہ ٹلا کر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا - حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا "وَیْحَ ثَعْلَبَہ" اور یہ آیات نازل ہوئیں - جب

اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو با دلِ نخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سُن کر اس نے بہت ہائے واویلا کی۔ کیونکہ حضورؐ کا زکوٰۃ قبول نہ کرنا اس کے لئے بڑی عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ مگر دل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر حضورؐ کے بعد ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ انھوں نے بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا پھر حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش کی۔ دونوں نے انکار فرمایا۔ ہر ایک یہی کہتے تھے کہ جو چیز نبی کریمؐ نے رد کر دی۔ ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ آخر اسی حالت نفاق پر حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس کا خاتمہ ہوا خدا تعالیٰ سے صریح وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولتے رہنے کی سزا میں انکے بخل اور اعراض کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے نفاق کی جڑ ان کے دلوں میں قائم ہوگئی جو موت تک نکلنے والی نہیں اور یہ ہی سنت اللہ ہے کہ جب کوئی شخص اچھی یا بُری خصلت خود اختیار کر لیتا ہے تو کثرت مزاولت و ممارست سے وہ دائمی بن جاتی ہے۔ بری خصلت کے اسی دوام و استحکام کو کبھی ختم وطبع (مہر لگانے) سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ (ایسے آدمی) خواہ کیسے ہی وعدے کریں۔ باتیں بنائیں یا مجبور ہو کر مال پیش کریں۔ خدا ان کے ارادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے اور (وہ لوگ) اپنے ہم مشربوں کے ساتھ بیٹھ کر جو مشورے کرتے ہیں۔ ان سے پوری طرح آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ کا وعدہ اور ٹھیرا کر زکوٰۃ حاضر کرنا کس دل اور کیسی نیت سے تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چار ہزار (دینار یا درہم) حاضر کر دیئے۔ عاصم بن عدیؓ نے ایک سو وسق کھجوریں (جنکی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی) پیش کیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا ہے۔ ایک غریب صحابی ابوعقیل حباب نے جو محنت و مشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے اس میں سے ایک صاع تمر صدقہ کیا تو (منافق) مذاق اُڑانے لگے

کہ یہ خواہ مخواہ زورآوری سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریگی غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا کوئی ان کی زبان سے بچتا نہ تھا۔ کسی پر طعن کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ یعنی ان کے طعن و تمسخر کا بدلہ دیا۔ بظاہر تو وہ چند روز کے لئے مسخراپن کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں لیکن فی الحقیقت ان کی جڑیں کٹتی چلی جا رہی ہیں۔ اور عذاب الیم ان کے لئے تیار ہے۔ منافقین کے لئے آپ کتنی ہی مرتبہ استغفار کیجئے۔ ان کے حق میں بالکل بیکار اور بیفائدہ ہے۔ خدا ان بدبخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔ آپؐ نے قمیص مبارک کفن میں دیا۔ لعاب مبارک اس کے مُنہ میں ڈالا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دُعائے مغفرت کی۔ حضرت عمرؓ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یا رسول اللہؐ یہ وہ ہی خبیث تو ہے۔ جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں۔ ہمیشہ کفر و نفاق کا علمبردار رہا۔ کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ آپؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ آزاد رکھا گیا ہے۔ کہ استغفار کروں یا نہ کروں۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ ان کو معاف نہ کرے۔ یعنی ان کے حق میں میرا استغفار نافع نہ ہو۔ (سو ان کے حق میں نہ سہی) ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرزِ عمل نافع ہو جائے۔ دُوسرے لوگ سب سے بڑے موذی دشمن کے حق میں نبیؐ کے اس وسعت اخلاق اور وفور رحمت و شفقت کو دیکھ کر اسلام و پیغمبرؐ اسلام کے گرویدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرتا۔ گویا اس جملہ میں حضورؐ نے متنبہ فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی طرح آپ بھی اس کے حق میں استغفار کو غیر مفید تصور فرما رہے تھے۔ فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمرؓ کی نظر بغض فی اللہ کے جوش میں صرف اسی نقطہ پر منحصور تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

میت کے فائدے سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کا اظہار اور احیا کے فائدہ کا خیال فرما رہے تھے۔ لیکن آخرکار وحی الٰہی "ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدًا ولا تقم علیٰ قبره" نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنے یا ان کے اہتمام دفن و کفن وغیرہ میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی کیونکہ اس طرزِ عمل سے منافقین کی ہمت افزائی اور مومنین کی دل شکنی کا احتمال تھا اس وقت سے حضورؐ نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

ساتواں اعلان

اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں کیلئے بڑا ہی بخشنے والا ہے

(وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى) سورہ طٰہٰ ع ۴۔ پ ۱۶

ترجمہ۔ اور بیشک میں بڑا بخشنے والا ہوں اسکو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ پھر ہدایت پر قائم رہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ جو شخص ایمان لائے اور حسب توفیق احکام الٰہی کی تعمیل کرے اور اللہ تعالیٰ کی ارشاد کردہ رہنمائی کا ہر حال میں پابند رہے۔ اگر ایسے انسان سے بے ساختہ کوئی غلطی ہو جائے (بقول شخصے اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِّنَ السَّهْوِ وَالنِّسْيَانِ) ترجمہ۔ انسان کے خمیر میں بھُول چوک فطرتًا رکھی گئی ہے۔ لہٰذا سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کوئی انسان معصوم نہیں ہے۔ اس لئے مذکورۃ الصدر صفات سے متصف ہونیوالے انسانوں سے بھی غلطی کا ہو جانا بعید از قیاس نہیں ہے۔ پھر ایسے مخلصین حضرات کی دلجوئی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میں ایسے لوگوں کے حق میں غفار (بڑا ہی بخشنے والا) ہوں "تاکہ ایسے حضرات سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو مایوس نہ ہوں اور ان کی مخلصانہ ہمت مردانہ پر اس غلطی کا اثر باقی نہ رہنے پائے۔ بلکہ ان کے ذہن میں یہ بات قائم رہے کہ جب بھی غلطی ہوگی تو غفار الذنوب اس کو معاف فرما دیگا۔ اللھم اجعلنا منھم

آٹھواں اعلان

اگر کام کرنے میں انسان کی نیت بالکل ٹھیک تھی

مگر کام کرنے میں کوئی کوتاہی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا

(رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا) سورہ بنی اسرائیل ع ۳ - پ ۱۵ - ترجمہ - جو تمہارے دلوں میں ہے تمہارا رب خوب جانتا ہے - اگر تم نیک ہوگے تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

اس اعلان میں

ایک بہت بڑی تسلی دی گئی ہے - وہ یہ کہ اگر انسان سے غلطی ہو جائے۔ اس کے بعد اس کے دل میں ندامت پیدا ہو - اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے اس سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

نواں اعلان

بعض انسانوں کو مغفرت کے علاوہ اجر عظیم ملنے کا وعدہ

(وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝) سورۃ المائدہ ع ۲ - پ ۶ - ترجمہ - اللہ نے ایمان والوں سے اور جو نیک کام کرتے ہیں بخشش اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "یعنی نہ صرف یہ کہ ان کوتاہیوں کو معاف کر دیں گے جو بمقتضائے بشریت رہ جاتی ہیں - بلکہ عظیم الشان اجر و ثواب بھی عطا فرمائیں گے"

بڑے ہی بد نصیب

ہیں وہ انسان جو اس قدر عفو عام کے اعلانات کے ہوتے ہوئے بھی دنیا کی زندگی میں گناہ کرتے جائیں اور بارگاہ الٰہی سے معافی نہ مانگیں اور مرنے کے بعد ان تمام جمع شدہ گناہوں کے انبار کے سبب سے اپنی قبروں کو دوزخ کا گڑھا بنائیں - اللھم لا تجعلنا منھم

اس لا پرواہی کا بہت بڑا سبب

یہ بھی ہے کہ عام طور پر مسلمان اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس (قرآن مجید) کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں - قرآن مجید کے اعلانات عام طور پر ان کے کانوں میں بھی نہیں پڑتے - اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے ان اعلانات سے بے خبر رہتے ہیں اور اس بے خبری کے باعث عام طور پر انہیں گناہ کا احساس بھی نہیں ہوتا اور کرتے رہتے ہیں - تا آنکہ قبر کے دروازہ پر جا پہنچتے ہیں - قبر میں داخل ہونے کے بعد احساس تو ہوتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے ایام غلط طریقہ پر گزارے ہیں - اس لئے عذاب قبر میں مبتلا کیا گیا ہوں - مگر اب اس احساس سے کیا ہو سکتا ہے۔

مثلاً

عام طور پر مسلمان مرد ہوں یا عورتیں نماز نہیں پڑھتے حالانکہ تارک نماز کی قبر جہنم کا گڑھا بنے گی۔

دوسری مثال

عام طور پر مسلمان رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتے - حالانکہ رمضان شریف کے روزے نہ رکھنے والوں کے لئے قبر دوزخ کا گڑھا بنے گی۔

تیسری مثال

مسلمانوں میں بے شمار عورتیں اور مرد ایسے ہیں - باوجودیکہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے مثلاً عورتوں پر زیورات کی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ نصاب زکوٰۃ تک وہ زیورات پہنچ جائیں - اب جو عورتیں زیورات کی زکوٰۃ ادا نہیں کرینگی - اس جرم کے باعث ان کی قبر دوزخ کا گڑھا بنے گی - مگر یہ احساس انہیں قبر میں جانے کے بعد ہوگا - اس وقت اُس احساس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

علیٰ ہذا القیاس

کئی مرد ایسے ہیں کہ ان کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ ان کے ذمہ زکوٰۃ دینا فرض ہے مگر وہ نہیں دیتے - ایسے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے قبر دوزخ کا گڑھا بنے گی مگر اب اس احساس کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے -

عام طور پر مسلمان جانتے بھی نہیں

ایک اور مصیبت ہے کہ عام طور پر مسلمان ان گناہوں کی ان سزاؤں کو جانتے بھی نہیں انہوں نے عام طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کیلئے فقط اپنے آپ کو مسلمان کہنا ہی کافی سمجھ رکھا ہے - حالانکہ یہ چیز بالکل غلط ہے اور غور کیا جائے تو

مسلمان کے لفظ

میں سارا دین آ جاتا ہے - کیونکہ اسلام کی معنی فرمانبرداری کرنا ہے اور دراصل مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنے والے کا نام ہے -

اگر احکام کی فرمانبرداری

تو نہ کرے اور اپنا نام مسلمان رکھ لے یہ تو جعل سازی ہے - جس طرح کہ سیاہ فام حبشی کا نام چاند خاں رکھ دیا ہے - تو گیا وہ چاند کی طرح روشن ہے - اسی طرح اگر ہم لوگ خدا تعالیٰ کے نافرمان کا نام مسلمان رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تو غلط ہی ہوگا - کہ نافرمان کو ہم نے فرمانبردار ہونے کا لقب دے دیا -

برادران اسلام

یاد رکھئے اللہ تعالیٰ ہماری اصطلاحوں کا پابند نہیں ہے - وہ تو اپنے نقطۂ نگاہ سے ہر انسان کے اعمال کا فیصلہ کرے گا - لہذا جو لوگ احکام الٰہی کی تعمیل کرنے سے بے بہرہ ہیں - وہ ہماری اصطلاح میں خواہ مسلمان کہلاتے ہیں - مگر اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں وہ مسلمان نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اعلان

ملاحظہ ہو جو میری سابقہ سطور کی تائید کرتا ہے - ارشاد ہے -

اعلان

(وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝) سورۃ البقرہ ع ۱۳ - پ ۱ - ترجمہ - اور کہتے ہیں کہ سوائے یہود یا نصاریٰ کے اور کوئی جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا - یہ ان کے ڈھکوسلے ہیں - کہدو اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو - ہاں جسنے اپنا منہ اللہ کے سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہو (یعنی فقط دعویٰ کافی نہیں - بلکہ عمل بھی نیک کرتا ہو - تو اس کیلئے اس کا بدلہ اسکے رب کے ہاں ہے - اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے -

بے عمل مسلمانوں کو

اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کو بار بار غور سے پڑھنا چاہیئے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں اصلی سچا اور کھرا مسلمان کون ہے - وما علینا الا البلاغ +

ہمت کے کام

ایم عبدالرحمٰن ندوی، شیخوپورہ

جان و مال کی آزمائش

اللہ تعالےٰ نے سورہ آل عمران میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی۔ اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑینگی۔ قتل کیا جانا، زخمی ہونا، قید و بند کی تکلیف اٹھانا۔ بیمار پڑنا۔ اموال کا تلف ہونا۔ اقارب کا چھوٹنا۔ اس طرح کی سختیاں پیش آئینگی نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سننا پڑینگی ان سب کا علاج صبر و تقویٰ ہے۔ اگر صبر و استقلال اور پرہیزگاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ بڑی ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہوگا جس کی تائید حق تعالےٰ نے فرمائی ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ پ ۴ ع ۱۰

(ترجمہ) البتہ تمہاری آزمائش تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں ہوگی۔ البتہ تم اگلی کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت بدگوئی سنوگے۔ اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں

صحیح بخاری کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ آیت بدر سے پہلے نازل ہوئی۔ قتال کا حکم اس کے بعد ہوا۔ تاہم صبر و تقویٰ کا حکم مشروعیت قتال کے باوجود بھی فی الجملہ باقی ہے۔ جس پر اخیر تک عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں صبر و عفو اور سختی و درشتی کے مواقع کا پہچاننا ضروری ہے جو نصوص شرعیہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہے کہ تم ان کفار و منافقین کی گستاخیوں اور شرارتوں پر حد سے زیادہ طیش مت کھاؤ۔ ابھی بہت کچھ سننا پڑے گا۔ اور تکلیفیں اٹھانی پڑینگی صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو۔ نیز دنیا کی زندگانی میں پڑ کر جو محض دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اس بات سے غافل نہ ہونا کہ خدا تعالےٰ جان و مال دونوں میں تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔

اوامر و نواہی کے سلسلہ میں شدائد

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ط اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ پ ۲۱ ع ۱۱

(ترجمہ) اے بیٹے قائم رکھ نماز اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے اور تحمل کر جو (مصیبت) تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

(مطلب) حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہیں کہ اے بیٹے! دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں۔ جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے۔ ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا حوصلہ مند بہادروں کا کام نہیں

منکر (برے کاموں) میں کفر، شرک بدعات رسوم قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کئی طرح سے ہوگا۔ کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے۔ کبھی قلم سے۔ کبھی تلوار سے۔ غرض ہر قسم کا جہاد اس میں شامل ہو گیا۔

مفسد اور ظالم کو معاف کرنا بڑی ہمت کا کام ہے

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِکَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ پ ۲۵ ع ۵

(ترجمہ) الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد مچاتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور البتہ جس نے تحمل کیا اور معاف کیا۔ بے شک یہ کام ہمت کے ہیں۔

(مطلب) ظلم اور زیادتی تو اللہ کے ہاں کسی حالت میں پسند نہیں۔ بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔ بشرطیکہ درگزر کرنے میں بات سنورتی ہو۔ یعنی مظلوم ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ بھی نہیں۔ ہاں معاف کر دینا افضل و احسن ہے۔ شروع میں تو ظلم کرتے ہیں یا انتقام لینے میں حدِ استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔ غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کرکے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت بڑھائیگا اور مدد کرے گا۔ اللہ کی توفیق اور دستگیری ہی سے آدمی کو عدل و انصاف اور صبر و عفو کی اعلےٰ خصلتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ ان بہترین اخلاق کی طرف راہ نہ دے تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور رسوائی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔ (حاشیہ حضرت عثمانیؒ)

غصہ کو پی جانا اور معاف کرنا

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ پ ۴ ع ۵۔

(ترجمہ) متقی لوگ خرچ کرتے رہتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں اور غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(مطلب) یعنی متقی لوگ نہ عیش و خوشی میں خدا کو بھولتے ہیں۔ نہ تنگی و تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان چراتے ہیں۔ ہر موقعہ پر اور ہر حال میں حسب مقدرت خرچ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ گویا وہ جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں۔ غصہ کو پی جانا ہی بڑا کمال ہے۔ اس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو بالکل معاف کر دیتے ہیں اور نہ صرف معاف کرتے ہیں۔ بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔

نبیؐ کو عفو و درگزر کا حکم

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰہِلِیْنَ ۝ پ ۹ ع ۱۴۔ (ترجمہ) (اے نبی) عادت کر درگزر کی، اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور جاہلوں سے کنارہ کر۔

(مطلب) سخت گیری اور تند خوئی سے پرہیز کیا جائے۔ عفو و درگزر کی عادت رکھو۔ نصیحت کرنے سے مت رکو۔ معقول

بات کہتے رہو اور جاہلوں کی جہالت آمیز حرکتوں پر روز روز اُلجھنے کی ضرورت نہیں ۔ جب وقت آئے گا ۔ ذرا سی دیر میں ان کا سب حساب بے باق ہو جائے گا ۔ اور اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت اُنکی نالائق حرکت پر غصہ آجائے اور شیطان لعین چاہے کہ دور سے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے ۔ جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے خلقِ عظیم اور حلم و متانت کے شایاں نہ ہو تو آپ فوراً اللہ سے پناہ طلب کیجئے ۔ آپ کی عصمت و وجاہت کے سامنے اس کا کوئی فریب نہیں چل سکے گا ۔ کیونکہ خداوند قدیر جو ہر پناہ چاہنے والے کی بات سننے والا اور ہر حالت کے جاننے والا ہے ۔ اُسی نے آپ کی حفاظت کا ذمہ اُٹھایا ہے ۔

آنحضرت ؐ کو صبر کی تلقین

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ۞ پ ۲۶ ۔ ع ۴ ۔ (ترجمہ) سو تو صبر کر جیسے کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا ہے ۔ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے یہ لوگ جس دن اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ ہے ۔ جیسے دن کی ایک گھڑی کی ڈھیل بھی نہ پائی تھی ۔ پہنچا دینا ہے ۔ اب نا فرمان لوگ ہی غارت ہونگے

(مطلب) جب معلوم ہو چکا کہ منکرین کو سزا ملنی ضروری ہے ۔ آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی تو آپ ؐ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں ۔ بلکہ ایک مقررہ میعاد تک صبر کرتے رہیں ۔ جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے ۔ بعض سلف نے کہا کہ سب رسول ہمت والے ہیں ۔ عرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولوالعزم کہلاتے ہیں ۔ حضرت نوح ؑ حضرت ابراہیم ؑ حضرت موسیٰ ؑ حضرت عیسیٰ ؑ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

اب تو کافر دیر سمجھتے ہیں کہ عذاب جلد کیوں نہیں آتا ۔ اس دن جانیں گے ۔ کہ بہت شتاب آیا ۔ دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی ٹھہرے ، یا عالم قبر کا رہنا ایک گھڑی معلوم ہوگا ۔ قاعدہ ہے کہ گذری ہوئی مدت تھوڑی معلوم ہوا کرتی ہے ۔ خصوصاً سختی اور مصیبت کے وقت عیش و آرام کا زمانہ بہت تھوڑا نظر آنے لگتا ہے ۔

ہم نے نصیحت کی بات پہنچا دی ۔

اور سب نیک و بد سمجھا دیا ۔ اب جو نہ مانیں گے ۔ وہی تباہ و برباد ہوں گے ۔ ہماری طرف سے حجت تمام ہو چکی اور کسی کو بے قصور ہم نہیں پکڑتے اسی کو غارت کرتے ہیں جو غارت ہونے پر کمر باندھ لے

کفار سے کنارہ کیجئے

وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۞ پ ۱۴ ۔ ع ۶ ۔ (ترجمہ) اور بیشک قیامت آنے والی ہے سو کنارہ کر اچھی طرح کنارہ ۔

(مطلب) حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ؒ لکھتے ہیں ۔ پہلی امتوں کا حال سنا کر فرمایا ۔ کہ یہ جہان یونہی خالی نہیں پڑا ۔ سر پر ایک مدبر ہے جو ہر چیز کا تدارک کرنے والا ہے مکمل اور آخری تدارک کا نام قیامت ہے اور کفار سے کنارہ کرنے کو فرمایا ۔ جب خدا کا حکم پہنچا چکے ۔ تبلیغ کا فرض ادا کر دیا اور کافر ضد پر اڑے رہے ۔ تب حکم ہوا کہ زیادہ جھگڑنے سے فائدہ نہیں ۔ اب وعدہ کی راہ دیکھو اور ان کی تکلیف و ایذاء پر صبر کرو ۔ حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ ۔ یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ پہنچ جائے

تہجّد کی نماز پڑھنا ہمت کا کام ہے

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۞ پ ۲۹ ۔ ع ۱۳ ۔ ترجمہ ۔ البتہ رات کو اُٹھنا سخت رَوندنا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات ۔ یعنی رات کو اُٹھنا کچھ آسان کام نہیں ۔ بڑی بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے ۔ جس سے نفس روندا جاتا ہے اور نیند آرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں ۔ نیز اس وقت دعا اور ذکر سیدھا دل سے ادا ہوتا ہے ۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں ۔ جو بات زبان سے نکلتی ہے ۔ ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے ۔ کیونکہ ہر قسم کے شور و غل اور چیخ و پکار سے یکسو ہونے اور خداوند قدوس کے سماء دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون ، قرار اور لذّت و اشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے ۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۞ پ ۳۰ ۔ ع ۲۸
(ترجمہ) اور آپس میں تحمل کی تاکید کرتے رہو
(مطلب) ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیّت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے ۔ پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں ۔ ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے ۔

داعی الی اللہ کا رویہ کیا ہونا چاہیئے

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۞ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۞ پ ۲۴ ۔ ع ۱۹ ۔

(ترجمہ) اور برابر نہیں نیکی اور نہ بدی ۔ جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو ، پھر تو دیکھ لے کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی ۔ گویا قریبی دوستدار ہے اور یہ بات ملتی ہے اُنہیں کو جو تحمل رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اسی کو جو بڑی قسمت والا ہے ۔

(مطلب) خوب سمجھ لو نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہو سکتی ۔ دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے ۔ بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے ۔ اس لئے داعی الی اللہ کو چاہیئے کہ بُرائی کا جواب بُرائی سے نہ دے ۔ بلکہ جہاں تک گنجائش ہو ۔ برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے ۔ غصّہ کے جواب میں بُردباری ۔ گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے ۔ اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لوگے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا ۔

بہر حال دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حُسن خلق کی ضرورت ہے ۔

بہت بڑا حوصلہ چاہیئے کہ بُری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے ۔ یہ اخلاق اور اعلےٰ خصلت اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتی ہے ۔

اگر کبھی بے اختیار غصہ چڑھ آئے تو یہ شیطان کا دخل ہے ۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم حسن اخلاق پر کار بند ہو کر دعوت الی اللہ کے مقصد میں کامیابی حاصل کرو ۔

حضرت یوسف ؑ کا بھائیوں کو معافی کا اعلان

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۞ پ ۱۳ ۔ ع ۴ ۔ (ترجمہ) کہا یوسف ؑ نے آج تم پر کچھ الزام نہیں ۔ اللہ تم کو بخشے اور وہ سب مہربانوں

سے زیادہ مہربان ہے۔

(مطلب) اللہ اکبر! صبر، مروت اور اخلاق کی حد ہو گئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار کیا۔ جس میں اُن کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے۔ یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بیوقوفی سے ہو گئی۔ برادرانِ یوسفؑ نے کہا۔ خدا تعالےٰ نے تجھ کو ہم پر ہر طرح سے فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا۔ ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی آخر تیرا خواب سچا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہُوا۔ یوسفؑ بھائیوں سے اتنا بھی سننا نہ چاہتے تھے۔ فرمایا یہ "تذکرہ مت کرو۔ آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں جو لفظ میں نے کہے۔ محض حق تعالےٰ کا احسان اور صبرو تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمہاری تقصیر کا ذکر بھی نہ ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ جو خطائیں تم نے خداؑ کی کی ہیں۔ وہ بھی معاف کر دے۔

حضور انورؐ کا کافروں کو معافی کا اعلان

اسی طرح مکّہ کے کافروں نے آنحضرتؐ کو بہت سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ مگر مکّہ فتح ہونے کے بعد آپؐ نے حضرت یوسفؑ کی طرح لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا نعرہ بلند کیا اور سب کو معاف کر دیا۔

کافر غریب اُمتیوں کو پکڑ لیتے اور ننگے بدن جلتی ہوئی ریت میں دبا دیتے کبھی لوہا تپا کر ان کے جسموں کو داغتے۔ کبھی پانی میں غوطے دیتے۔ کبھی مُشکیں کس لیتے اور لکڑیوں سے پیٹتے۔ کبھی گلے میں رسّہ باندھتے اور سخت بیدردی سے پتھریلی زمین پر گھسیٹتے غریب مسلمانوں کے منہ میں لگام ڈالتے اور چابک مار مار کر حیوانات کی طرح دوڑاتے۔ اور انہیں خدا کا نام تک لینے کی اجازت نہ دیتے۔ ۲۰ رمضان کو مکّہ فتح ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر جھکائے ہوئے اور سورہ فتح کی تلاوت کرتے ہوئے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک کرکے گرا دیئے گئے۔ اس کے بعد مکّہ کے وہ تمام قاتل اور مجرم جنہوں نے ۲۱ سال تک مسلمانوں کو ستایا۔ مارا۔ جلایا اور قتل کیا تھا۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا تم آزاد ہو۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ آج تمہیں کچھ سزا نہ دی جائیگی۔ رسول اللہؐ کی اس بخشش اور معافی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں کفار مسلمان ہو گئے۔

حضرت علیؓ کا عفو

ایک جہاد میں حضرت علیؓ نے ایک کافر کو زمین پر پچھاڑ دیا اور آپ اُسکی چھاتی پر بیٹھ گئے۔ اُس کافر نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ نے اسی وقت کافر کو چھوڑ دیا۔ وہ بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تو اس واسطے آپ کے منہ پر تھوکا تھا کہ آپ غصہ میں آکر بہت جلد مجھے ہلاک کر دیتے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے تو میں نے مذہبی ولولہ کے ماتحت تم کو نیچے گرایا تھا۔ لیکن جب تو نے مجھ پر تھوک دیا تو میں نے اس واسطے چھوڑ دیا۔ کہ پھر یہ میرا ذاتی معاملہ ہو گیا۔

حضرت یعقوبؑ کے صبر کی مثال

انبیاءؑ کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت اور اس کی استعداد کے موافق جس قسم کے امتحان میں چاہے مبتلا کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسفؑ کی فوق العادت محبت ڈال دی۔ پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا ایسے دردناک طریقہ سے جُدا کیا گیا غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوبؑ کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے۔ نہ کسی سے انتقام لیتے نہ غصہ نکالتے غم کی بات منہ سے نہ نکلتی۔ ہاں جب اپنے آپ کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ کئی برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل پڑنے نہ دیا ان کا دل جتنا یوسفؑ کے فراق میں روتا تھا۔ اتنا ہی خدا کے حضور میں گڑگڑاتا تھا۔ درد و غم کی شدت اور اشکباری کی کثرت جس قدر اُن کی بصارت کو ضعیف کرتی اُسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بیتابی و اضطراب کا کیسا ہی طوفان اٹھتا۔ دل کو پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے۔ زبان سے اُف تک نہ نکالتے۔ بنیامین کی جدائی سے جب پُرانے زخم میں نیا چرکہ لگا۔ تو اس وقت بے اختیار "یا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ" صرف اتنا لفظ زبان سے نکلا۔ بقول حضرت شاہ صاحبؒ ایسا درد اتنی مدت دبا رکھنا پیغمبرؑ کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے؟

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ پ ۴ - ع - ۸ - (ترجمہ) سو تو اُن کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور اُن سے کام میں مشورہ لے۔ پھر جب تو اس کام کا قصد کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر۔

(مطلب) مسلمانوں کو اُنکی کوتاہیوں پر تنبیہ فرمایا اور معافی کا اعلان سنانے کے بعد نصیحت کی گئی کہ آئندہ اس مارِ آستین جماعت کی باتوں سے فریب نہ کھانا

اس آیت میں اُنکے عفو تقصیر کی تکمیل کی گئی ہے۔ حق تعالےٰ نے آپ کو نرم دل اور نرم خو بنایا۔ آپؐ ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیجئے۔ صرف معاف کر دینا ہی نہیں ان سے مشورہ بھی لیا کریں۔ مشورہ کے بعد پھر جب پختہ ارادہ کر لیا جائے۔ پھر خدا پر توکل کرکے اس کو کر گذریں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو واقعہ افک میں عفو و درگذر کی تلقین

حضرت عائشہؓ پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک ہو گئے تھے۔ اُن میں سے ایک حضرت مسطح تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ قصہ افک سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے تھے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہؓ کی برأت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطحؓ کی امداد نہ کروں گا شاید بعض دوسرے صحابہؓ کو بھی ایسی صورت پیش آئی ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ پ ۱۸ - ع ۹ - (ترجمہ) اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

(مطلب) تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے۔ انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں۔ ان کا ظرف بہت بڑا اور انکے اخلاق

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب ٹھٹھہ

بڑی کامیابی

"کامیابی" کا لفظ کتنا خوش کن ہے۔ اس کے ساتھ ہماری ہر طرح کی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا کی کامیابی آخرت کی کامیابی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہمیں چاہیئے کہ آخرت کی کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہیں اور اس عارضی زندگی کے چار دن احکام اللہ اور احکام الرسول کے مطابق گزار کر آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں

آخرت کی کامیابی

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (والصٰفّٰت آیت ۶۰) ترجمہ۔ بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالےٰ کے مخلص بندے بہشت میں ہوں گے۔ وہاں ان کے لئے ہر طرح کے میوہ جات ہوں گے۔ انکی عزت کی جائے گی۔ ہر طرح کی نعمتیں ملینگی۔ ایک جنتی کو باتوں باتوں میں دنیا کی یاد آ جائے گی۔ وہ دوسرے جنتیوں کو کہیگا کہ دنیا میں میرا ایک مشرک ساتھی تھا جو مجھے کہا کرتا تھا کہ کیا تو تصدیق کرنے والوں میں ہے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں بدلہ دیا جائے گا۔ پھر دوزخ میں جھانک کر دیکھیں گے۔ تو اسے جہنم کے بیچ میں جلتا ہوا پائیں گے۔ جنتی اسے دیکھتے ہی کہے گا (بقول حضرت ابن کثیرؒ) "حضرت آپ نے تو وہ پھندا ڈالا تھا کہ مجھے تباہ ہی کر ڈالتے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے پنجے سے چھڑا دیا۔ اگر اللہ کا فضل و کرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو بڑی بُری بنتی۔ اور میں بھی تیرے ساتھ کھچا کھچا یہیں جہنم میں آ جاتا اور جلتا رہتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تیز کلامی اور چرب زبانی سے مجھے عافیت میں رکھا۔ اور تیرے اثر سے محفوظ رکھا۔ تو نے فسوں سازی میں کوئی کمی نہیں رکھی تھی" لہذا دار الخلد ملنا ہی بہترین کامیابی ہے۔ عمل کرنے والوں کو اس کے لئے کوشش میں لگے رہنا چاہیئے۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (الصٰفّٰت آیت ۶۱) ترجمہ ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

۲۔ خدا پرستوں کی کامیابی

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝ (البروج آیت ۱۱ پ ۳۰) ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے۔ ان کے لئے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ بڑی کامیابی ہے حضرت شیخ الاسلام شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں "یعنی یہاں کی تکلیفوں اور ایذاؤں سے نہ گھبرائیں۔ بڑی اور آخری کامیابی انہیں کے لئے ہے"۔

اسی سورت میں اس آیت کے اوپر اصحاب الاخدود (کھائیاں کھودنے والوں) کا واقعہ بیان فرمایا جس میں ایمانداروں کے صبر و استقلال کا پہلو نمایاں ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک خدا پرست قوم تھی۔ ان پر کافر بادشاہ مسلط ہو گیا۔ جس نے اپنا طریقۂ عبادت اس قوم میں رائج کرنا چاہا۔ خدا پرست قوم اس پر راضی نہوئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ نے بڑی بڑی کھائیاں کھدوائیں۔ ان میں خوب لکڑیاں جلوائیں۔ ایماندار مردوں اور عورتوں کو ان کے بال بچوں سمیت ان کھائیوں پر بلوا کر کھڑا کیا۔ اور انہیں کہا کہ اپنا دین چھوڑ دو۔ ورنہ آگ میں جلا دیئے جاؤ گے۔ سب نے جلنا قبول کیا۔ مگر دین برحق سے نہ پھرے۔ لہذا سب آگ میں جھونک دیئے گئے اور کھائیاں کھودنے والے ان کے جلنے کا تماشہ دیکھتے رہے یہ آگ میں ڈالے جانے والے بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور ایمان والوں کے لئے صبر و استقلال کا ایک اچھا نمونہ چھوڑ گئے

حدیث۔ جس شخص میں تین باتیں ہونگی۔ اس کو ایمان کی لذت آئیگی۔

(۱) خدا و رسولؐ اس کی نظریں تمام ما سوا سے زیادہ پیارے ہوں۔

(۲) اس کو اگر کسی سے محبت ہو محض خدا کے واسطے ہو۔

(۳) کفر کی طرف لوٹ جانے کو اتنا ہی بُرا سمجھے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو بُرا سمجھتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب الایمان عن حضرت انسؓ)

حدیث۔ حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر مبارک کا تکیہ لگائے کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ ہم نے مشرکین کی ایذا رسانی کی شکایت کی۔ اور عرض کیا۔ کیا حضورؐ ہمارے لئے مدد طلب نہ کریں گے۔ کیا ہمارے لئے دعا نہیں کریں گے؟ فرمایا تم سے قبل حالت یہ تھی کہ زمین میں گڑھا کھود کر آدمی اس میں داخل کرکے آرہ لا کر اس شخص کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ اور لوہے کی کنگھیوں سے لوگوں کا گوشت اور پٹھے نوچے جاتے تھے۔ لیکن تمام تکالیف ان کو دین سے نہ پھیر سکتی تھیں۔ خدا کی قسم یہ کام (اسلام) تو پُورا ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار صنعا سے حضر موت تک چلے جائیں گے سوا خدا کے کسی کا ان کو خوف نہ ہوگا۔ اور سواء بھیڑیئے کے بکریوں کے متعلق اور کسی بات کا ڈر نہ ہوگا۔ مگر تم جلدی چاہتے ہو۔ (بخاری کتاب الاکراہ)

صبر و استقلال کی ایک مثال

حضرت خبیبؓ کو ظالم کفار نے سولی کے نیچے لا کر کھڑا کیا۔ اور کہا کہ "دین اسلام سے پھر جاؤ تو جان بچ سکتی ہے"۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ "جب اسلام نہ رہا تو جان رکھ کر کیا کریں گے"۔ سولی پر چڑھا دیئے گئے۔ مگر اُف تک نہ کی۔

(رحمۃ للعالمین جلد اول)

دوسری مثال

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ پر آپ کے باپ اور بھائیوں نے مظالم ڈھانے شروع کئے۔ بڑی مار پیٹ کی۔ بے آب و دانہ بند میں رکھا۔ مگر آپ نے صاف فرما دیا۔ جان جائے تو جائے۔ مگر دین اسلام ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ (سیر الصحابہ)

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

کل کو قیامت کے دن کامیاب ہونیوالے

ایسے ہی مستقل مزاج پاک نفوس ہیں۔

ہار جیت کے دن کامیابی

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

(التغابن آیت ۹۔ پ ۲۸)۔ ترجمہ۔ جس دن تمہیں جمع ہونے کے دن جمع کرے گا۔ وہ دن ہار جیت کا ہے اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا۔ اور اسے بہشتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ "دن ہار جیت کا یہ کہ ہر ایک آدمی کا ایک گھر ہے بہشت میں ایک دوزخ میں۔ بہشت والوں نے اپنے بھی گھر لئے اور دوزخیوں کے بھی۔ دوزخی ہارے اور بہشتی جیتے۔" (موضح القرآن)

ہار جیت کا دن قیامت کا دن ہے جس دن ایمان داروں کی ایمان اور عمل صالح کی بدولت اللہ تعالےٰ خطائیں معاف فرما کر جنت عطا فرمائے گا۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ وہ لوگ جو دنیا میں "عبدیت" کے پروگرام کو بھلا بیٹھے تھے۔ اپنی بداعمالیوں کے باعث دوزخ میں جائیں گے۔

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس سے ملنے پر اس کے پیغمبروں پر یقین رکھو۔ قیامت کو سچ جانو"۔ (بخاری حدیث جبرائیل ؑ)

عمل صالح سے مراد وہ اعمال ہیں جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہوں

ایمان کی برکت

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۙ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ (الفتح آیت ۴-۵ پ ۲۶)

ترجمہ۔ وہی تو ہے جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا۔ تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ خبردار حکمت والا ہے تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بہشتوں میں داخل کرے۔ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے ان کے گناہ دور کر دے گا۔ اور اللہ کے ہاں یہ بڑی کامیابی ہے۔

حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں۔

(۱) یعنی چین سے رسول ؐ کے حکم پر رہے ضدیوں کے ساتھ ضد نہ کرنے لگے۔ اس میں ان کو ایمان کا درجہ بڑھا۔

(۲) جو لوگ کہتے ہیں کہ جنت کی طلب نقصان ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے ہاں یہ بڑا کمال ہے۔

ایمانداروں کے اطمینان قلب کی کیفیت اس سورت میں نازل شدہ واقعات پر غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے

(۱) چھٹی ہجری میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضؓ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی فرمائی

(۲) حدیبیہ کے مقام پر جب تشریف آور ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضؓ کو مکہ شریف میں روانہ فرمایا کہ کفار مکہ کو اطلاع دی جائے کہ ہماری مکہ معظمہ میں تشریف آوری کی غرض سوائے عمرہ کے کچھ بھی نہیں۔ غزوہ مقصود نہیں۔

(۳) حضرت عثمان رضؓ کی روانگی کے بعد یہ خبر اُڑی کہ کفار مکہ نے حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر دیا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے سائے میں حضرات صحابہ کرام رضؓ سے بیعت لی کہ ہم جہاد کرتے کرتے شہید ہو جائینگے مگر پشت نہیں دکھائیں گے۔ یہ بیعت موت پر بھی اور "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے

(۴) جب پتہ چلا کہ یہ خبر غلط ہے۔ اور حضرت عثمان رضؓ صحیح و سلامت ہیں۔ تو جہاد تک نوبت نہ پہنچی۔

(۵) کفار مکہ نے صلح کی خواہش ظاہر کی۔ صلح ہوگئی اور یہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس صلح کی شرط کے مطابق اس سال عمرہ کرنا ملتوی قرار پایا۔

اب مذکورہ واقعہ سے آپ نے دیکھ لیا کہ حضرات صحابہ کرام رضؓ نے سرکار دوعالم ؐ کے ہر حکم کو بسرو چشم قبول کیا اور ہر کام کی مصلحت و حکمت کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول پاک ؐ پر چھوڑا۔ یہ فعل ان کے اطمینان قلب کا باعث ہوا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ذاتی رایوں کو ہر مرتبہ سرکار دو عالم ؐ کی رائے مبارک کے مقابلہ میں منہدم کر دیا۔

سچے مومن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول پاک ؐ کا ہر حکم بلا چون و چرا مان لے۔ اسی میں ہی اس کی بھلائی اور کامیابی ہے

بڑی کامیابی کا دستور العمل

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۙ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَ یُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۙ (الصف آیت ۱۲۔ پ ۲۸) ترجمہ۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔ یعنی "جنگ بدر تک جو مسلمان ہوئے ہیں وہ قدیم ہیں اور باقی ان کے تابع ہیں" (موضح القرآن)

حضرت شعبی رضؓ کا قول ہے۔ مہاجر و انصار سے وہ مراد ہیں جو حدیبیہ والے سال بیعۃ الرضوان میں شریک تھے۔ (ابن کثیر رحؒ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ وغیرہ اس سے وہ حضرات مراد لیتے ہیں۔ جنہوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس) اور بیت اللہ شریف) کی طرف نماز پڑھی (ابن کثیر رحؒ)

اللہ تعالےٰ علیم و خبیر فرماتا ہے۔ کہ وہ سابقین اولین مہاجر و انصار سے خوش ہے۔ اور جو احسان کے ساتھ انکے متبع ہیں ان سے بھی خوش ہے۔ ان کے حال پر افسوس ہے اور ان کے لئے خرابی ہے جو ان حضرات سے دشمنی رکھے انہیں برا کہے۔ ہاں اہل سنت ان سے خوش ہیں۔ جن سے اللہ راضی ہے یہی جماعت اللہ تعالےٰ سے کامیابی حاصل کرنے والی ہے۔ (ابن کثیر)

حاصل یہ نکلا کہ بڑی کامیابی کیلئے

الا باتوں کی ضرورت ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ہر حکم کو مان لے اور عمل کرنا شروع کر دے جدھر سے وہ روکے۔ اُدھر سے رک جائے

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ آپ کے ہر حکم کی بڑی قدر کرے اور انہیں اپنا دستور العمل بنائے

(۳) اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اپنے مال و دولت اور جان کی بازی لگا دینا آپ نے دیکھ لیا بیعت رضوان میں حضرات صحابہ کرامؓ نے موت پر بیعت کی تھی۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ (التوبہ آیت ۱۱۱) ترجمہ۔ بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے بھی جاتے ہیں۔

پلصراط سے سلامتی سے گزرنا

یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (الحدید آیت ۱۲۔ پ ۲۷)۔

ترجمہ۔ جس دن آپ ایماندار مردوں اور عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے داہنے دوڑ رہا ہوگا۔ تمہیں آج ایسے باغوں کی خوشخبری ہے کہ ان کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی وہ بڑی کامیابی ہے

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کا حاشیہ "میدان حشر سے جس وقت پلصراط پر جائیں گے۔ سخت اندھیرا ہوگا۔ تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہوگی۔ شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے اور عمل صالح کی داہنے کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان و عمل ہوگا۔ اسی درجہ کی روشنی ملے گی۔ اور غالباً اس امت کی روشنی اپنے نبیؐ کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ ممتاز اور تیز ہوگی۔ بعض روایات سے بائیں جانب بھی روشنی کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب شاید یہ ہوگا۔ کہ روشنی کا اثر ہر طرف پہنچیگا۔ واللہ اعلم۔ کیونکہ جنت اللہ کی خوشنودی کا مقام ہے۔ وہاں پہنچ کر سب مرادیں مل گئیں"

فرشتوں کی کامیابی کے لئے دعا

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (المومن آیت ۸-۹ پ ۲۴)۔ ترجمہ۔ اے ہمارے رب اور انہیں بہشتوں میں داخل کر جو ہمیشہ رہیں گی۔ جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہیں۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے اور انہیں برائیوں سے بچا اور جس کو تو اس دن برائیوں سے بچائیگا سو اس پر تو نے رحم کر دیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

بقیہ: ہمت کے کام ص۱۳ سے آگے

بہت بلند ہونے چاہئیں۔ بڑی جوانمردی تو یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں اگر قسم کھا لی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو۔ اس کا کفارہ ادا کر دو۔ تمہاری شان یہ ہونی چاہیئے کہ خطاکاروں کی خطا سے چشم پوشی اور درگذر کرو۔ ایسا کروگے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر کریگا کیا تم حق تعالیٰ سے عفو و درگذر کی امید اور خواہش نہیں رکھتے؟ اگر رکھتے ہو تو تم کو اس کے بندوں کے معاملہ میں یہی خو اختیار کرنی چاہیئے۔ گویا اس میں تخلق باخلاق اللہ کی تعلیم ہوئی۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب سنا۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ تو فوراً بول اُٹھے۔ "بے شک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں" یہ کہہ کر مسطحؓ کی جو امداد کرتے تھے بدستور جاری فرما دی۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دوگنی کر دی۔ رضی اللہ عنہم۔

ارشادات نبویؐ

(۱) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوانی کسی کو پچھاڑنے سے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ پہلوانی یہ ہے کہ غصہ کو پی جائے۔

(۲) ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ رسول انورؐ نے فرمایا۔ خوشنودیٔ خدا کے لئے غصہ کا گھونٹ پینا ہر گھونٹ پینے سے بہتر ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک دفعہ موسیٰؑ ابن عمران نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ اے رب! بندوں میں سے تیرے نزدیک کون سا بندہ بہتر ہے۔ ارشاد ہوا۔ وہ بندہ بہتر ہے کہ باوجود قدرت کے معاف کر دے۔ (مشکوٰۃ باب غصہ)

لقمہ کے بدلے لقمہ

ایک عورت کے پاس ایک فقیر (واقعی ضرورت مند آج کل کے پیشہ ور نہیں) مانگنے آیا اس نے لقمہ اٹھایا تھا کہ منہ میں دے۔ فقیر کی آواز سنی اور کچھ تھا نہیں وہی لقمہ دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بڑا ہو گیا تو ایک دن اُسے بھیڑیا اٹھا کر لے گیا یہ پیچھے دوڑی کہ میرا بچہ کہاں میرا بچہ کہاں، اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ بھیڑیئے کو پکڑ اور بچہ کو لیلے اور اس کی ماں سے کہدے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ لقمے کے بدلے لقمہ ہے۔

حاجتمند کی امداد کرنے پر دنیا و آخرت میں بڑا اجر ہے۔ امداد میں اگر اپنے پاس گنجائش کم ہو تو کمی کا خیال نہ کرنا چاہیئے جو کچھ ہو سکے ضرور دینا چاہیئے۔ لیکن ایسے فقیروں کو جنہوں نے یہی پیشہ کر لیا ہے اور وہ ضرورت مند بھی نہیں۔ دینا مکروہ ہے یہ اُن کے ناجائز کام کی امداد کرنا ہے۔ (دیندار مسلمان)

صوفی محمد رمضان ملتانی

اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ تکمیل اخلاق

حضرت مالکؒ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ دنیا کو (اچھے اخلاق) پورے کر کے دکھلا دوں۔ (موطا امام مالکؒ احمدؒ)

۲۔ آپ کے اخلاق سے ایک یہودی عالم مسلمان ہو گیا۔

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عالم کی کچھ اشرفیاں دینی تھیں۔ اس نے ایک روز اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ اس وقت آپ کا قرض ادا کرنے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ جبتک تو میرا قرض ادا نہ کرے گا۔ میں تجھ سے علیحدہ نہ ہوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا پھر آیئے۔ شوق سے میرے پاس بیٹھئے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا، حتیٰ کہ وہ دوسری صبح تک وہ حضورؐ کے پاس رہا۔ اس دوران صحابہ کرامؓ اس کو ڈانٹتے تھے۔ جب حضورؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ تم یہ کیا کر رہے ہو انہوں نے عرض کیا حضورؐ ایک یہودی آپ کو قید کرتا ہے۔ فرمایا خدا نے مجھ کو (معاہد) جس غیر مسلم قوم سے کسی قسم کا معاہدہ ہو اور ذمی (جو جزیہ ادا کرتا ہو)۔ پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جب دوسرا دن شروع ہوا تو اس یہودی عالم نے کلمہ شہادت (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ) پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اور عرض کیا میں اپنا نصف مال راہ خدا میں وقف کرتا ہوں۔ خدا کی قسم کل میں نے یہ حرکتیں درت آپ کو آزمانے کے لئے کی تھیں کہ فی الواقع آپ وہی رسول ہیں۔ جن کے اوصاف توراۃ میں اس طرح درج ہیں۔ اس کا نام محمدؐ ہے۔ جائے پیدائش مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہے۔ اس کی سلطنت شام تک وسیع ہو جائے گی۔ وہ نہ درشت خو نہ درشت کلام۔ نہ فحش گو نہ بد کلام اور نہ بازاروں میں شور و شغب کرتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں شہادت دیتا ہوں کہ فی الواقعہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اُس کے رسول ہیں۔ میرا یہ کل مال آپ کے سامنے حاضر ہے۔ خدا کے احکام کے مطابق اس کو تقسیم کر دیجئے۔ یہ یہودی بہت مالدار تھا (بیہقی مشکوٰۃ)

اخلاق نبویؐ کا اثر

ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی بکریاں مانگیں آپؐ نے اس کا سوال پورا کیا۔ اس فیاضی کا یہ اثر پڑا کہ اپنے قبیلے میں آ کر کہا کہ لوگو مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر دیتے ہیں کہ ان کو اپنے تنگدست ہو جانے کا بھی خوف نہیں ہوتا۔ (مسلم کتاب الفضائل)

مواعظ نبویؐ کا اثر

ایک بار حضرت ضمادؓ مکہ میں آئے۔ تو کفار سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں ہو گیا ہے۔ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ میں جنون کا علاج کرتا ہوں۔ آپؐ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی۔ جس کا ان پر یہ اثر پڑا کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔

حضرت حلیمہؓ کے شوہر یعنی آپؐ کے رضاعی باپ جب مکہ میں تشریف لائے تو قریش نے کہا کہ کچھ سُنا ہے تمہارا بیٹا کہتا ہے کہ لوگوں کو مر کر پھر جینا ہو گا۔ انہوں نے آپؐ سے کہا۔ بیٹا یہ کیا کہتے ہو۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ دن آیا تو میں آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ جو کچھ میں کہتا تھا سچ تھا۔ وہ فوراً مسلمان ہو گئے اور ان پر ان فقروں کا اثر عمر بھر رہا۔ کہا کرتے تھے کہ میرا بیٹا ہاتھ پکڑے گا۔ تو جنت میں پہنچا کر ہی چھوڑے گا۔

(مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوٰۃ اصابۃ کرہ حضرت حادث رضؓ بن عبدالعزیٰ)

حضورؐ کے اعلےٰ اخلاق

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے ساتھ مجھ کو ایک کام ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اماں جان! میں حاضر ہوں۔ جس گلی میں چاہو مجھ کو لے چلو۔ وہ ایک راستے میں آپ کو لے گئی اور آپؐ سے کچھ دیر تخلیہ کیا۔ پھر چھوڑ دیا (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ حضورؐ آپ کافروں کے حق میں بد دعا کیجئے۔ فرمایا۔ خدا نے مجھ کو بد دعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا۔ میں تو سرتا پا رحمت ہوں (مسلم)

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے اور دس سال تک آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں لیکن آپؐ نے کبھی کسی چیز کے ضائع ہونے پر بھی مجھ کو ملامت نہیں کی اور آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ کو ملامت کرتا تو آپؐ فرما دیتے اس کو چھوڑ دو ملامت نہ کرو۔ جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے ضرور ہو کر رہتی ہے۔ مشکوٰۃ جلد ۳۔

حضورؐ نے کسی سے بدلہ نہیں لیا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو فحش گو تھے۔ (یعنی فطرتاً و طبعاً) اور نہ بتکلف فحش گوئی کرتے تھے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ اور نہ آپؐ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے۔ بلکہ معاف فرما دیتے۔ اور درگذر کرتے تھے (ترمذی)

ایک اور جگہ پر ارشاد ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو کام پیش ہوتے تو آپ پہلے آسان اور سہل کام سرانجام دیتے۔ بشرطیکہ اس کے ارتکاب سے گناہ لازم نہ آتا ہو۔ اور اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ اس سے بہت دور بھاگتے۔ نیز حضورؐ نے کبھی کسی سے بھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر کوئی شخص اللہ کی حرمت کو توڑتا تو آپؐ اس سے ضرور انتقام لیتے (صحیحین)

آپ نے کسی کو انکار نہیں کیا

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی چیز مانگی گئی۔ آپؐ نے منع نہیں فرمایا (بخاری و مسلم شریف)

(باقی آئندہ)

دیندار سہارنپوری

بدمزاج بیوی

ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس اپنی بیوی کی بدمزاجی کی شکایت لے کر آیا، آپ گھر میں تھے، وہ انتظار میں دروازہ پر کھڑا ہو گیا تو اس نے سنا کہ حضرت امیرالمومنین عمرؓ کی اہلیہ صاحبہ اُن پر زبان چلا رہی ہیں۔ اور حضرت امیرالمومنین خاموش سُن رہے ہیں کوئی جواب، نہیں دیتے یہ شخص یہ کہتا ہُوا لوٹ چلا کہ جب امیرالمومنین کا یہ حال ہے تو ہم کس شمار میں ہیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی باہر تشریف لے آئے اُس کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو پکارا اور فرمایا تم کس ضرورت سے آئے تھے۔

عرض کی کہ حضرت اس لیئے حاضر ہُوا تھا کہ اپنی بیوی کی بدمزاجی اور زبان درازی کی شکایت پیش کروں گا، مگر میں نے خود سُن لیا کہ آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی ایسی ہی ہیں، اس لیئے میں لوٹ چلا تھا۔ اور دل سے یہ کہہ لیا کہ جب خود امیرالمومنین کا حال اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ہے تو پھر میرا کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں بات یہی ہے مگر میں یہ سب اس لیئے برداشت کرتا ہوں کہ اس کے مجھ پر حقوق ہیں اور پھر وہ میرا کھانا پکا کر دیتی ہے، روٹی پکاتی، کپڑے دھوتی اور میرے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی سی چیز بھی اس کے ذمہ واجب نہیں اور اس کی وجہ سے میرا دل اِدھر اُدھر سے رُکا رہتا ہے۔ ناجائز باتوں سے بچا رہتا ہے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے میں اس کی یہ سب باتیں برداشت کرتا ہوں۔

اس نے عرض کیا اے امیرالمومنین یہ سب کام تو میری بیوی بھی کرتی ہے فرمایا تو بھائی پھر تم بھی برداشت کیا کرو اور یہ سب باتیں چند روزہ ہی ہیں۔

آج کل میاں بیوی کے جھگڑے عام طور پر گھر گھر میں سنے جاتے ہیں۔ شائد ہی کوئی گھر اس سے بچا ہُوا ہو، آخر اس کی کیا وجہ ہے۔

ہم لوگ احکام و حقوق اور شرعی برتاؤ سے ناواقف ہیں اور خود اسلامی اخلاق سے برطرف ہیں۔ اس لیئے یہ مشکل پیش آتی ہے۔

جب یہ معلوم ہو کہ بیوی کے ذمہ فلاں فلاں کام نہیں وہ اُن کاموں سے ہم پر احسان کرتی ہے تو اس کی بہت سی باتیں خود نظر انداز ہو جائیں گی۔ ایسے ہی بیوی کو معلوم ہوگا کہ اس کے واجب حق کیا ہیں اور احسان کے کیا، تو خوش رہے گی۔ ہم کو صبر و تحمل پر اجر و ثواب ملتا ہے تو بہت کچھ برداشت ہو کر بہت قصے ختم ہو جائیں گے۔ ایک کو دوسرے کی کس قدر رعائیت رکھنی اخلاق اسلامی کا جز ہے۔ یہ سامنے ہوگا تو اس کی نوبت ہی نہ آئے گی کہ جب ذہن میں یہ حاضر رہیگا کہ میاں بیوی کی اور بیوی میاں کی وجہ سے بہت بُرائیوں سے محفوظ ہیں ایک کو دوسرے کی قدر ہوگی میاں بیوی الگ الگ دو مزاجوں کے آدمی ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں۔ اگر ہر ایک یہ چاہے کہ میرے مزاج کے خلاف نہ ہو، تو جنگ ہے اور ہر ایک یہ چاہے، کہ دوسرے کے مزاج کے خلاف نہ ہو تو گھر جنت مثال ہو جائے اور یہ بات صرف چند روزہ ہے پھر دونوں مزاج اعتدال پر آجاتے ہیں۔

ایک مشکل یہ ہو گئی ہے کہ ہم کو اپنے احکام حقوق فرائض اور اخلاق تو معلوم نہیں۔ ہم کافروں کی دو قوموں کے اندر گھرے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک بے انتہا آزاد اور دوسری بیوی کی جان کی بھی کوئی قیمت نہیں سمجھتی اب ہم کہیں یہ اثر لیئے ہیں کہیں وہ اثر کہیں کم ہے ...... کہیں بہت اس لیئے روز کا اختلاف ہو گیا۔ آزادی کا وہ دور آیا ہے کہ بیوی کو خاوند کے تابع ہونا ہی گراں ہے اور خاوند کو بیوی کی رعائیت بھاری، اسلامی حقوق اسلامی اخلاق، اسلامی اعمال اور برتاؤ سے دونوں کورے، اب گھر گھر جنگ کا میدان نہ ہو تو کیا ہو اس لیئے ہماری گھریلو زندگی کو درست کرنے والی چیز فقط علم دین اور دینداری ہے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ اس کو سینے سے لگائیے، دل، دماغ، ذہن حافظہ میں رکھیئے۔ انتہائی کوشش سے اس پر پوری طرح عمل کیجئے اور دوسرے لوگوں کو عمل کرنے کی ترغیب دیجئے، انشاءاللہ ہر گھر جنت کا گھر بن جائے گا، ارشاد ہے۔

ایما رجل صبر علی سؤ خلق مثل ما اعطی ایوب علیہ السّلام فی بلائہٖ وایما امراۃ لصبرت علی سو خلق زوجھا اعطاھا اللہ من الاجر مثل ما اعطی آسیۃ بنت مزاحم امراۃ فرعون۔

(جو مرد اپنی بیوی کی بدمزاجی پر صبر کریگا اس کو اللہ تعالیٰ ایسا اجر دینگے جیسا ایوب علیہ السلام کو اُنکی تکلیفوں میں دیا اور جو عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی پر صبر کریگی۔ اُس کو اللہ تعالیٰ ایسا اجر عطا فرماویں گے جیسا کہ مزاحم کی بیٹی آسیہ فرعون کی بیوی کو عطا فرمایا)۔

بقیہ:۔ "سامان سو برس" ص۲ سے آگے

دے دی جاتی ہے، نہ ان میں کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک جتنے مرنے والے ہیں۔ ان سب کے اوقات لکھ کر دے دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ آدمی دنیا میں نکاح کرتا ہے۔ اس کے بچّہ پیدا ہوتا ہے لیکن آسمان میں اُس کا نام مُردوں کی فہرست میں آچکا ہے۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

کرنا پڑتا ہے۔ اس نقصان سے بچنے کے لیئے ادارہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ آئندہ کسی نئے خریدار کو وی پی نہ بھیجا جائے۔ جو صاحب وی پی منگوانا چاہیں وہ سات آنے کے ٹکٹ آرڈر کے ہمراہ ارسال کریں۔ ورنہ ادارہ ان کے حکم کی

بچوں کا صفحہ

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبدالحفیظ مبارکپوری

عزیز بچو! آج کی فرصت میں ہم آپ کو ایک ایسے نیک و پارسا بادشاہ کے حالات بتانا چاہتے ہیں جنہوں نے خداوند تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تخت و تاج کو لات مار کر شاہی آن بان کو ترک کر دیا، اور خود شاہ سے گدا بن گئے اور دُنیا کو چھوڑ کر خدا کے بن گئے۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے اور بڑے اُولوالعزم بادشاہ تھے، طبیعت پہلے ہی ذوق آشنا تھی اس لیے خدا نے آپ کو اپنے راستے پر ڈالنا چاہا چنانچہ ایک روز تخت پر تھے کہ نماز پڑھ کر سو گئے آدھی رات ہوئی تو یک بیک چھت پر آہٹ پا کر چونک اُٹھے، آواز دی کہ اس وقت چھت پر کون ہے۔؟ جواب ملا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے، اُسے تلاش کر رہا ہوں۔ حیران ہو کر کہا کیا چھت پر اونٹ تلاش کرتے ہو، کوٹھے پر اُونٹ کیسے مل سکتا ہے، جواب ملا، اے غافل انسان، جب چھت پر اُونٹ نہیں مل سکتا تو تخت پر بیٹھے خدا کیسے مل سکتا ہے، اس بات کو سنتے ہی حضرت ابراہیمؒ کے دل پر خاص اثر پڑا، اسی فکر میں صحرا کو چل دیئے جب باہر پہنچے تو آپؒ کو یہ آواز سنائی دی کہ اے ابراہیمؒ! بیدار ہو جا حتیٰ کہ تین دفعہ یہی آواز سنی اور چوتھی دفعہ یہ آواز آپؒ نے سنی، اس سے پہلے بیدار ہو جا کہ موت سے تجھے بیدار کیا جائے یہ آواز سنتے ہی آپؒ کے ہوش و حواس جاتے رہے اور کشف کی حالت اُن کے دل پر طاری ہو گئی، اسی حالت میں آپ ایسے روئے کہ تمام کپڑے آپ کے آنسوؤں سے بھیگ گئے، پھر آگے بڑھے دیکھا کہ ایک چرواہا ہے جو کمبل پہنے اور کمبل کی ہی ٹوپی سر پر اوڑھے بیٹھا ہے، آپ نے اپنی زری ٹوپی اور تمام زرلفت کے کپڑے اُتار کر اس کو دیدیئے اور اس کا کمبل اُس سے لے لیا، اس خلعت فقیرانہ کو پہن کر کوہ و بیابانوں میں آپ پاپیادہ پھرنے لگے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے شب و روز آنسو بہاتے تھے، آخر نیشاپور پہونچے وہاں ایک غار میں نو برس تک رہ کر ریاضت کی، معمول یہ تھا کہ جمعرات کے روز غار سے نکلتے، دن بھر جنگل میں سے لکڑیاں جمع کرتے، جمعہ کے روز صبح کے وقت نیشاپور پہنچکر نماز کے وقت تک اُن کو بیچتے اور اُن داموں کا کھانا خریدتے، آدھا اس میں سے خیرات کرتے اور آدھا خود کھاتے پھر نماز جمعہ پڑھ کر اسی غار میں واپس آ کر یادِ خدا میں لگ جاتے۔ زندگی کے چودہ سال اسی طریق عمل سے جنگلوں میں گذارے اور تمام راہ میں نماز پڑھتے اور توبہ کرتے ہوئے مکہ شریف میں پہنچے۔ پیرانِ حرم کو آپؒ کے آنے کی خبر ملی تو وہ آپ کے استقبال کے لیے آئے، حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ قافلہ سے آگے ہوتے تاکہ کوئی اُن کو پہچان نہ سکے۔ ایک خادم نے جو حضرت ابراہیم ادہمؒ کے لیے سب سے پہلے پہنچا تھا، آپ سے پوچھا کہ ابراہیم ادہم کتنے فاصلے پر ہیں، کیونکہ مشائخ حرم اُن کے استقبال کو آئے ہیں، آپ نے اس کے جواب میں کہا، کہ مشائخ بھلا اس بے دین سے کیا چاہتے ہیں، یہ سنتے ہی سب خادموں نے آپ کو یہ کہہ کر خوب پیٹا کہ ایسے شخص کو بے دین کہتا ہے اس کے جواب میں پھر یہی فرمایا۔ ہاں یہی تو میں بھی کہتا ہوں، کہ بے دین ہوں۔ جب آپ کو دیوانہ سمجھ کر انہوں نے چھوڑا تو آپ نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھا کیسی تجھے سزا ملی کیا تو یہ نہیں چاہتا تھا کہ مشائخ تیرے استقبال کو آئیں۔ لکھا ہے کہ جب بلخ سے تخت حکومت چھوڑ کر سفر فقر میں چل دیئے تو اُن کا ایک چھوٹا بچّہ بھی تھا، جب وہ بڑا ہُوا تو اپنی والدہ سے اپنے والد کا حال سُن کر مکّہ کی زیارت کے ساتھ اپنے دل میں والد کی زیارت کا بھی ارمان لیکر کئی ہزار لوگوں کے ہمراہ مکہ شریف پہنچا۔ مکہ معظمہ میں پہنچکر حرم شریف میں چند درویشوں سے دریافت کیا کہ تم ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو جانتے ہو، کہ وہ کہاں [illegible] ہیں۔ انہوں نے جواب [illegible] ہیں لکڑیاں جمع کرنے گئے ہیں تاکہ اُن کو بیچ کر ہمارے لیے روٹی خرید لائیں۔ یہ سن کر لڑکا صحرا میں گیا، دیکھا کہ بوڑھا شخص لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے آ رہا ہے۔ بادشاہ کی یہ حالت دیکھ کر لڑکے کے آنسو نکل آئے۔ جب حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شہر میں پہونچے تو اُسے بیچکر اُن داموں کا کھانا خرید کر لائے، اور اپنے ساتھیوں کے سامنے وہی کھانا رکھ کر خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر اور اس خیال سے کہ شاید کب تک نماز سے فارغ ہوں، یا میرا حاضر ہونا انہیں ناگوار نہ ہو، لڑکا واپس لوٹ آیا، دوسرے روز جرأت کر کے والد کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کا جواب دے کر اس کو گود میں لیا۔ پوچھا تم کس دین پر ہو۔؟ لڑکے نے کہا کہ حضرت محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین پر۔ فرمایا! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کے بعد دریافت فرمایا کچھ دین بھی پڑھا ہے۔ لڑکے نے جواب میں عرض کیا، ہاں۔ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ہرچند چاہا، کہ اب چلا جائے۔ مگر لڑکے کے دل نے آپ کی جدائی کو پسند نہ کیا ناچار آپؒ نے آسمان کی طرف نگاہ ڈال کر کہا، الٰہی اَغِثْنِی۔ اتنا کہنا تھا کہ لڑکے کی رُوح پرواز کر گئی۔ لوگوں نے سخت افسوس کیا اور پوچھا کہ یا حضرت یہ کیا ہُوا؟ فرمایا جب میں نے اسے گود میں لیا، تو اس کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی۔ اور جب دل میں لڑکے کی محبت نے قدم رکھا تو خدا کی طرف سے مجھے یہ صدا پہنچی، کہ تم تو ہماری ہی دوستی کا دم بھرتے تھے، یہ کیا کہ دوسرے کی محبت دل میں سما گئی، اتنا سنتے ہی میں نے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی کہ اے ربّ العزت میری فریاد سُن لے۔ اگر اس کی محبّت مجھے تیری محبّت سے باز رکھیگی تو یا اس کو اُٹھا لے یا مجھے، چنانچہ یہ دُعا اس کے حق میں قبول ہو گئی۔

عزیز بچو! آپ نے حضرت ابراہیم ادہم رحؒ کے واقعات سُن لیے کہ وہ کس عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے خدا کی محبت میں سب کچھ چھوڑ دیا اور خود صحرا نشین ہو گئے۔

عزیز بچو! تم بھی اپنے پروردگار کے ساتھ محبت رکھو اور اُسے خوش رکھنے کے لیے ہر طرح کوشش کرو تمہارا [illegible]ربّ اسوقت خوش ہوگا جب تم نیکی کے کام کرو گے۔ موت کا کوئی پتہ نہیں کہ کسوقت آن گھڑی ہو، یہ وقت ہے کہ تم نماز پڑھو اور تمام نیکی اور بھلائی کے کام کرو

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ: -/۱۱ روپے ششماہی -/۶ روپے
سہ ماہی: -/۳ روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم وجیل
مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل
۶۰۴۷

تارکاپتہ: خیرالمدارس — باسمہٖ سبحانہٗ — فون نمبر: ۲۷۸۳

از دفتر تنظیمی کمیٹی مدارس عربیہ پاکستان

(مدرسہ خیرالمدارس ملتان شہر)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا اجلاس،

حسب فیصلہ اجلاس تنظیمی کمیٹی منعقدہ ۱۶، ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ تمام مدارس عربیہ ملحقہ وفاق کی مجلس شوریٰ کا اجلاس بتاریخ ۱۵، ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء بروز اتوار پیر منعقد ہوگا۔ جس کی پہلی اہم نشست اتوار کو ٹھیک ۸ بجے صبح بمقام مدرسہ خیرالمدارس ملتان شہر، (بیرون خونی برج و بیرون دہلی دروازہ) شروع ہوگی جس میں حسب ذیل امور پیش ہونگے۔

(۱) تنظیمی کمیٹی کے مرتب کردہ دستور پر نظر ثانی۔
(۲) تنظیمی کمیٹی کے ابتدائی اخراجات اور اجلاس ہذا کے اخراجات کی منظوری۔
۳۔ سالانہ میزانیہ کے تخمینہ کی منظوری۔
۴۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر کا انتخاب (تین سال کے لیئے)
۵۔ تجاویز آمدہ پر غور۔
۶۔ دیگر امور باجازت صدر۔

گذارش ضروری گذارش ہے کہ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لیئے اپنے مدرسہ کا ایک نمائندہ نامزد فرما کر ان کے اسم گرامی کی اطلاع ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ تک دفتر وفاق ملتان میں ضرور بھیج دیں اور اُن کو تاکید کر دیں کہ پہلی نشست سے ہی شرکت فرمائیں۔

نیز: وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پیش نظر کوئی تجویز یا دستور میں کوئی ترمیم بھیجنا چاہیں تو وہ بھی ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ تک دفتر وفاق ملتان میں پہنچ جانی چاہیئے۔

نوٹ: تنظیمی کمیٹی کا اجلاس ۱۷ اکتوبر کو ۳ بجے شام ہوگا۔

صدر: حضرت مولانا خیر محمد صاحب

تنظیمی کمیٹی مدارس عربیہ پاکستان خیرالمدارس ملتان شہر

(مدینہ پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا)